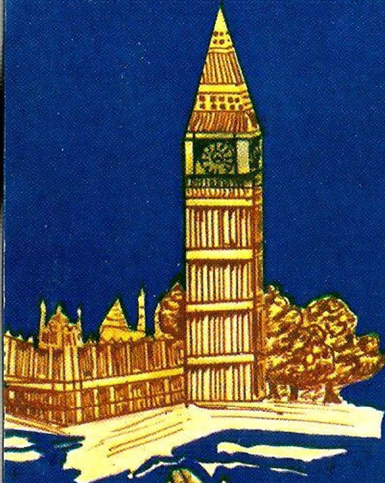
حاتم طائی لندن میں



اے۔ حمید



پانچواں حصّہ

حاتم طائی لندن میں

اے۔ حمید



فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

غیر مجلد: 7 00634 0 969

ترمیم شدہ __________ ۲۰۱۱ء

فیروزسنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

ہیڈ آفس و شوروم: 60۔ شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

راولپنڈی آفس: 277۔ پشاور روڈ، راولپنڈی۔

کراچی آفس: فرسٹ فلور، مہران ہائٹس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔

حاتم طائی لندن میں	Hatam Tai London Mein
اے۔ حمید	A. Hameed

مطبوعہ فیروزسنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام ظہیر سلام پرنٹر و پبلشر

email:support@ferozsons.com.pk

www.ferozsons.com.pk

قلعے کا بھوت

حاتم طائی نے زور سے ایک جھٹکا دیا۔

آدھی رات کو، اُس پُر اسرار قلعے کی تاریکی میں جس نامعلوم شخص نے اس کی گردن دبوچی تھی، وہ اُچھل کر ایک طرف جا گرا۔ اندھیرے میں حاتم اس شخص کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُس نے کسی کے تیزی سے سیڑھیاں اُترنے کی آواز سُنی۔ وہ شخص اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا۔

گردن دبوچے جانے سے حاتم کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ ہاں، وہ شخص ضرور حیران ہوا ہو گا۔ کیوں کہ اُسے حاتم کی گردن پتھر کی طرح سخت لگی ہو گی۔ حاتم اب بڑی احتیاط سے سیڑھیاں اُترنے لگا۔

جس شخص نے اندھیرے میں حاتم پر حملہ کیا تھا، وہ اُن دو ڈاکٹروں میں سے ایک تھا جو اس قلعے میں چُھپ کر ایک بڑا ہی بھیانک اور خطرناک تجربہ کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک ڈاکٹر کا نام فرینک تھا اور

دوسرے کا الفریڈ۔

یہ دونوں لندن سکول آف سرجری میں تین بار فیل ہوئے تھے اور محنت کر کے کامیابی حاصل کرنے کے بجائے غلط راہ پر چل پڑے تھے۔ ایک روز انھوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک ایسا انسان بنایا جائے جو عام انسانوں سے سو گنا زیادہ طاقت ور ہو۔ پس انھوں نے اس پرانے قلعے میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔ وہ قبرستان میں آدھی رات کو جاتے۔ وہاں جو تازہ مردہ دفنایا جاتا، اس کا بازو یا ٹانگ کاٹ کر لے آتے۔

یوں انھوں نے ایک انسان بنانا شروع کر دیا، جس کی ایک ٹانگ عام انسانوں کی دو ٹانگوں کے برابر اور ایک بازو عام انسانوں سے دو گنا لمبا اور طاقت ور تھا۔ دو مُردوں کی ناک کاٹ کر انھوں نے اپنے بھوت نما انسان کی ایک بنائی۔ دو مردہ گردنوں کو جوڑ کر ایک گردن بنائی۔ اس طرح انھوں نے دو مہینوں کی محنت سے ایک ایسا انسان بنا لیا جو کسی دیو کی طرح لمبا تڑنگا اور طاقت ور تھا۔ اُس کے بازو، ٹانگیں، ہاتھ، پاؤں، ناک اور سر، سب کچھ انسان سے دو گنا تگنا تھا۔ اس بھوت نما انسان کو انھوں نے قلعے کی پہلی منزل کے ایک تہہ خانے

میں ، لوہے کی زنجیروں سے ، ایک لمبے چوڑے تختے پر باندھ رکھا تھا ۔ یہ بھوت نما انسان ابھی مُردہ تھا ۔ شیطانی ڈاکٹروں نے اس بھوت کی کھوپڑی میں دو مُردہ آدمیوں کا دماغ ڈال کر ٹانکے لگا دیے تھے ۔

اب یہ لوگ آسمانی بجلی کا انتظار کر رہے تھے کہ جو اس بھوت کے مُردہ جسم پر گرے اور اس میں جان پڑ جائے ۔ اس بھوت نما انسان کی آنکھیں سفید پتھر کی طرح تھیں اور ماتھے پر لمبے لمبے ٹانکے لگے ہوئے تھے ۔ اُنھوں نے ایک ایریل ، قلعے کے اُوپر ، چھت پر لگا رکھا تھا ، جس کا تار مُردہ جسم سے لگا ہوا تھا ۔ دو تین بار بادل اُمڈ اُمڈ کر آئے تھے اور بجلی کڑک کڑک کر چمکی تھی لیکن ایریل پر بجلی نہ گر سکی ۔

دونوں دن میں تہہ خانے کے دروازے میں تالا لگا کر شہر چلے جاتے تھے اور صرف بادلوں والی رات کو قلعے میں آتے تھے ۔ آج بھی چونکہ آسمان پر بادل چھا رہے تھے ، اس لیے وہ قلعے کے تہہ خانے میں موجود تھے ۔

ڈاکٹر فرینک کا ساتھی الفریڈ اُوپر ایریل کے تار کو ٹھیک کرنے گیا تھا ۔ جب وہ واپس نیچے آنے لگا

تو اُس نے سیڑھیوں میں حاتم کو دیکھا اور اُس پر حملہ کر دیا۔

حاتم کی گردن کو الفریڈ نے پیچھے سے آکر دبوچ لیا تھا، اور وہ اُسے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ لیکن حاتم کی گردن اُسے پتھر کی طرح سخت معلوم ہوئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کسی انسان کی گردن اتنی سخت بھی ہو سکتی ہے! اتنے میں حاتم نے اُسے جھٹکا دے کر پرے گرا دیا۔ الفریڈ اندھیرے میں دیوار کے پاس جا کر گرا۔ وہ اس قلعے کے سارے راستوں سے واقف تھا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر ایک طرف کو بھاگا اور حاتم کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

اب وہ تہہ خانے میں ڈاکٹر فرینک کے پاس پہنچا جو بھوت نما انسان کے تختے کے پاس کھڑا اس کی کھوپڑی کا مُعاینہ کر رہا تھا۔ فرینک نے بھوت نما انسان کی کھوپڑی ایک طرف سے کھول رکھی تھی اور اس کے اندر بھرے ہوئے دو مُردوں کے بھیجوں کو چمٹی سے جما رہا تھا۔ الفریڈ نے اُس سے کہا:

"قلعے میں کوئی اجنبی شخص آ گیا ہے"۔

"کیا؟" فرینک نے گردن اُٹھا کر الفریڈ کو دیکھا۔

تہہ خانے کی چھت میں مٹّی کے تیل کا لیمپ لٹک رہا تھا جس کی روشنی بہت مدھم تھی۔ فرینک کے چہرے پر شیطنت برس رہی تھی، اور ماتھے پر پسینا آیا ہوا تھا۔

"تم نے اس اجنبی کو کہاں دیکھا ہے؟"

"اوپر، سیڑھیوں میں۔"

"اُسے ہلاک کیوں نہیں کیا؟"

"میں نے اس کا گلا گھونٹنا چاہا تھا۔"

"پھر؟"

"اُس کی گردن کسی لوہے کے پائپ کی طرح سخت تھی۔"

"ناممکن۔"

"تم خود دیکھ لو گے۔ وہ اِدھر ہی کو آ رہا ہے۔"

"اِدھر ہی آ رہا ہے؟ پولیس کا آدمی تو نہیں ہے؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لیکن مجھے تو وہ کوئی عجیب و غریب انسان لگتا ہے۔ اس کی گردن پتھر کی طرح سخت تھی۔"

"ہو سکتا ہے اُس نے گردن پر لوہے یا پلاسٹک کا پتّا چڑھا رکھا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔"

فرینک نے بھوت نما انسان کے سر پر کھوپڑی لگا کر اس میں لمبے لمبے ٹانکے لگائے، اور پھر کپڑے سے ہاتھوں پر لگا ہوا خون پونچھتے ہوئے کہنے لگا:

"وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو، وہ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اُسے ہر حالت میں ہلاک کرنا ہو گا۔ آؤ، میرے ساتھ۔"

فرینک نے الفریڈ کو ساتھ لیا، باہر نکل کر تہہ خانے میں تالا لگایا اور اندھیرے میں اُوپر والی منزل پر آ گیا۔

اُس وقت حاتم طائی اُسی منزل میں موجود تھا۔ دہاں دیوار کی جانب ایک ٹوٹا ہوا چبوترا تھا۔ حاتم کو اچانک قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ وہ جلدی سے چبوترے کے پیچھے چھپ گیا۔

دونوں ڈاکٹروں میں سے کسی نے اندھیرے میں حاتم کو نہیں دیکھا۔ جُوں ہی وہ چبوترے کے قریب سے گزرنے لگے، حاتم نے اُچھل کر پیچھے سے الفریڈ کے سر پر ایک مُکّا مارا۔ وہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔ فرینک جیب سے پستول نکال ہی رہا تھا کہ حاتم نے اُسے پیچھے سے دبوچ لیا۔

فرینک کو یُوں محسوس ہوا جیسے اُسے کسی لوہے کے

شکنجے نے جکڑ لیا ہو۔ وہ حاتم کے بازوؤں کی پتھر ایسی سختی اپنے جسم کے اندر گھستی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی عجیب و غریب قسم کا انسان ہے۔ اس پر طاقت سے نہیں، بلکہ چالاکی سے قابو پانا چاہیے۔

فرینک نے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے اور کہا "میں ہتھیار پھینکتا ہوں۔"

حاتم نے گرفت ڈھیلی کر دی اور پُوچھا "تم لوگ کون ہو اور آدھی رات کو اس قلعے میں کیا کر رہے ہو؟"

فرینک نے کہا "اگر تم ہم سے سچّی بات پُوچھنا چاہتے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ ہم بادشاہ چارلس اوّل کے زمانے کے ایک خزانے کی تلاش میں ہیں، جو اس قلعے میں کسی جگہ دفن ہے۔"

حاتم بڑے غور سے فرینک کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ کھُلی چھت ہونے کی وجہ سے وہاں ستاروں کی دھندلی سی روشنی تھی۔ فرینک کا ساتھی الفریڈ بھی اب ہوش میں آ چکا تھا اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے دباتا ہوا فرینک کی باتیں سُن رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کا دوست فرینک کوئی خطرناک چال رہا ہے۔

حاتم نے پُوچھا "تمھارا تعلّق اسرائیلی کمانڈوز سے تو

نہیں ہے۔"

فرینک کے ذہن میں خیال آیا کہ یہ شخص کوئی عرب ہے اور اسرائیلی کمانڈوز کا سُراغ لگانے آیا ہے۔ اُسے اتنا معلوم تھا کہ اس قلعے میں اسرائیلی کمانڈوز نے مشہور فلسطینی مُجاہدہ لیلیٰ کو چُھپا رکھا تھا، مگر پھر وہ لوگ اُسے وہاں سے کسی نامعلوم مقام کی طرف لے گئے تھے۔ یہی بات فرینک نے بالکُل سچ سچ حاتم کو بتا دی کہ لیلیٰ نام کی فلسطینی مُجاہدہ پانچ روز پہلے اسی قلعے میں قید تھی مگر اب یہاں نہیں ہے۔

حاتم نے پُوچھا "کیا تمھیں معلُوم ہے کہ اسرائیلی لیلیٰ کو کہاں لے گئے ہیں؟"

فرینک نے کہا "میرا خیال ہے وہ لوگ لیلیٰ کو لندن شہر کے کسی زمین دوز ٹھکانے میں لے گئے ہیں، کیوں کہ برطانوی حکومت انھیں اس قِسم کی حرکتیں کُھلے بندوں کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

حاتم نے سوچا کہ جب لیلیٰ اس قلعے میں نہیں ہے تو پھر اُسے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ لیکن فرینک یہ سوچ رہا تھا کہ حاتم نے انھیں قلعے میں دیکھ لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لندن جا کر کسی کو اُن کے

بارے میں بتا دے۔ اس طرح اُن کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا اور وہ گرفتار بھی کر لیے جائیں گے۔ اس لیے حاتم کو قتل کر کے اسی قلعے میں کسی جگہ دفن کر دیا جائے اور اس گواہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔
یہ سوچ کر فرینک نے حاتم سے کہا "کیا تم ہمارے ساتھ خزانہ تلاش نہیں کرو گے؟"
حاتم کے پاس اُن لوگوں کی گھناؤنی سرگرمیوں کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس لیے اُس نے یقین کر لیا کہ یہ لوگ چندر ڈاکو ہیں اور خزانے کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔ اُس نے کہا:
"نہیں۔ مجھے خزانے کی ضرورت نہیں ہے۔"
اُس نے ان دونوں کو یہ بتانے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی کہ وہ لیلٰے کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ اب اُس کو یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ اسرائیلی کمانڈوز اُس قلعے میں نہیں ہیں اور وہ لیلٰے کو وہاں سے نکال کر لے گئے ہیں۔
وہ جانے کے لیے مُڑا ہی تھا کہ فرینک نے سوچا اس شخص کو ہرگز ہرگز واپس نہیں جانے دینا چاہیے۔ اُس نے فرینک سے اپنی خاص زبان میں پوچھا کہ اسے

گولی کیوں نہیں مارتے؟ فرینک نے کہا کہ میں اسے دوسرے طریقے سے قابو میں کرنے کی کوشش کروں گا۔ حاتم جھلا کر بولا:

"یہ تم آپس میں کس زبان میں باتیں کر رہے ہو؟"

فرینک مسکرا کر کہنے لگا "میرا دوست الفریڈ کہہ رہا تھا کہ اس شخص کو اپنا خزانہ دکھایا جائے۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "تو کیا تم لوگوں نے خزانہ تلاش کر لیا ہے؟"

"خوش قسمتی سے ہم آج رات ہی خزانہ تلاش کرنے میں کام یاب ہوئے ہیں۔ کیا تم اسے دیکھنا پسند کرو گے؟"

حاتم نے سوچا کہ یہ لوگ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔ چل کر خزانہ دیکھتے ہیں۔ اس سے ان کے جھوٹ سچ کا بھی علم ہو جائے گا۔

اُس نے کہا "چلو، میں چلتا ہوں۔"

حاتم کے اس طرح تیار ہو جانے پر وہ دونوں بڑے خوش ہوئے۔ الفریڈ نے جیب سے موم بتی نکال کر روشن کی اور وہ اس کی روشنی میں حاتم کو قلعے کے ایک تاریک کمرے میں لے گئے۔ کمرا چھوٹا سا تھا اور

اس کا دروازہ پتھر کا تھا۔ اُس کے آگے پتھر کی بڑی سی سِل لگی ہوئی تھی۔ الفریڈ نے ایک جگہ سے ہتھی کھینچی تو پتھر کی سِل اُوپر کو اُٹھ گئی۔

فرینک نے حاتم طائی سے کہا "آؤ۔ اس کوٹھڑی میں خزانہ ہے۔"

حاتم اندر داخل ہو گیا۔ الفریڈ اُس کے پیچھے تھا۔ فرینک باہر ہی کھڑا رہا۔ حاتم سامنے کی دیوار کے پاس پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں کوئی خزانہ نہیں ہے۔ سوچنے لگا، یہ لوگ کہیں اُسے کسی جال میں تو نہیں پھنسانا چاہتے۔ اُس نے الفریڈ سے پُوچھا:

"خزانہ کہاں ہے؟"

الفریڈ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حاتم نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو وہاں نہ الفریڈ تھا اور نہ فرینک۔ دونوں کوٹھڑی کے باہر کھڑے تھے۔ حاتم دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فرینک نے ہتھی کھینچ دی اور پتھر کی سِل تیزی سے نیچے آن گری۔ کوٹھڑی کا دروازہ بند ہو گیا!

اب حاتم کو احساس ہوا کہ اُس نے اُن لوگوں کی باتوں میں آ کر سخت غلطی کی ہے۔ وہ قلعے کی کوٹھڑی میں بند ہو گیا تھا۔ اس کی دیواریں اتنے موٹے پتھر سِل

کی تھیں کہ حاتم اپنا سارا زور لگانے کے بعد بھی انھیں اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ اُس نے قلابہ اور غیبی انسان کو یاد کیا، انھیں آوازیں دیں مگر کوئی اُس کی مدد کو نہ آیا۔ شاید ابھی وقت نہیں آیا تھا کہ وہ لوگ حاتم کی مدد کو آتے۔

دُوسری طرف الفریڈ اور فرینک بڑے خوش تھے کہ اُنھوں نے اس عجیب و غریب اِنسان کو قید کر لیا ہے۔ وہ اس پر بھی کوئی تجربہ کرنا چاہتے تھے۔ فرینک نے اپنی عینک ناک پر جماتے ہوئے کہا:

"الفریڈ، میرا خیال ہے کہ اس شخص کی گردن کاٹ کر اپنے بھوت کی گردن کی جگہ لگا دیں۔"

الفریڈ بولا "اس طرح سے تو ہمارے بھوت کی گردن بہت زیادہ لمبی ہو جائے گی۔"

"پھر کیا ہوا۔ آخر یہ بھوت ہی تو ہے۔"

"ایسا کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس شخص کی گردن اپنے جسم سے الگ نہ ہو سکے گی۔"

فرینک نے کہا "ہم مشین کے ذریعے اس کی گردن ایک پل میں الگ کر دیں گے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"تو پھر ہمیں ابھی اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔"

فرینک کچھ سوچ کر بولا "ہمیں اس کی گردن کاٹنے کے لیے ایک خاص مشین لندن کے ایک سٹور سے لانی ہو گی۔ اس لیے یہ کام ہم کل ہی کر سکیں گے۔"

"تو پھر ہمیں اب واپس چلنا چاہیئے تا کہ صبح سٹور کھلتے ہی مشین لے کر واپس قلعے میں آ کر اپنا تجربہ شروع کر سکیں۔"

"ٹھیک ہے۔ آؤ، چلتے ہیں۔"

فرینک اور الفریڈ نے تہہ خانے میں جا کر ایک نظر اُس انسانی مُورت پر ڈالی جو لوہے کے تختے پر ایک دیو کی لاش کی طرح زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک چہرے والا جِن ہے، جو اِشارہ ملتے ہی اُٹھ کر ہر طرف تباہی مچا دے گا۔

الفریڈ نے مُسکرا کر فرینک کی طرف دیکھا اور کہا "فرینک، جب یہ آسمانی بجلی کے گرنے سے زندہ ہو جائے گا تو ہم لندن پر قبضہ کر سکیں گے، کیوں کہ اس پر کوئی گولی یا راکٹ اثر نہیں کرے گا۔"

فرینک نے ہنس کر کہا "لندن کیا، ہم پوری دُنیا پر قبضہ کر سکیں گے۔ اِسے صرف ایٹم بم ہی تباہ کر سکے گا۔"

"اور ایٹم بم کوئی حکومت نہیں چلائے گی۔" الفریڈ نے خوش ہو کر اپنے شیطان دوست فرینک سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور پھر دونوں تہہ خانے کے دروازے پر فولادی تالا لگا کر قلعے سے باہر نکل آئے۔

آسمان پر ہلکے ہلکے بادل جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ الفریڈ نے فرینک سے اس خطرے کے بارے میں کہا کہ کہیں بارش کے طوفان میں بجلی کڑکنے سے انسانی بھوت زندہ نہ ہو جائے۔ اس پر فرینک نے آسمان کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور بھنویں سکیڑ کر کہا:

"نہیں۔ میرا خیال ہے، طوفان نہیں آئے گا۔ شام کے اخبار میں موسمی پیش گوئی بھی یہی تھی کہ رات کو معمولی بوندا باندی ہو گی۔"

الفریڈ نے کندھے اچکا کر کہا "جیسے تمہاری مرضی۔"

رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ دونوں خبیث قلعے سے نکل کر اندھیرے میں جھیل کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے قصبے کو جانے والی سڑک پر آ گئے۔ یہاں انھیں ایک ٹیکسی مل گئی، جس میں بیٹھ کر وہ بلیک برن گئے۔ بلیک برن کا قصبہ سرد کہر آلود رات میں گہری نیند سو رہا تھا۔

ٹیوب یعنی زیر زمین سٹیشن پر چند ایک مسافر لندن جانے والی ٹرین کا انتظار کر رہے تھے۔ الفریڈ اور فرینک ٹرین میں بیٹھ کر لندن روانہ ہو گئے۔

آدھی رات کو تباہی

رات کا ایک بج رہا تھا۔

حاتم قلعے کی کوٹھڑی میں بے بس پڑا تھا۔ آسمان کو کالے سیاہ بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ کہرا قلعے کے اردگرد پھیل رہا تھا۔ کبھی کبھی بادلوں میں بجلی چمک جاتی تھی۔ الفریڈ اور فرینک لندن پہنچ چکے تھے۔ سٹیشن سے باہر نکل کر الفریڈ نے آسمان پر جھکے ہوئے سیاہ بادلوں کو دیکھا اور کہا:

"موسم کچھ خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔"

فرینک نے سر ہلا کر کہا "موسمیات کے دفتر والوں کی پیش گوئی غلط نہیں ہو سکتی۔"

لیکن اُس رات موسمیات کے دفتر والوں کی پیش گوئی غلط ثابت ہو گئی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ لندن میں ہلکی بارش ہوئی، لیکن قصبہ بلیک برن میں موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ بجلی بھی رہ رہ کر کڑکنے لگی۔

حاتم کو، قلعے کے اندر، کوٹھڑی میں بجلی کے کڑکنے اور بادلوں کے گرجنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ دیواروں کو ہلا جلا کر باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ پہاڑ کے پتھروں کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا تھا۔

اسی قلعے کے نیچے، تہہ خانے میں، خوف ناک اِنسانی بھوت لوہے کے تختے پر زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا۔ وہ مُردہ اور بے جان تھا، اور اُس کی سفید آنکھوں سے موت کی دہشت ٹپک رہی تھی۔ اُس کے دماغ کے ساتھ ایریل کا تار لگا ہوا تھا۔ ایک بار بجلی بڑے زور سے چمکی، بھیانک کڑک پیدا ہوئی اور بجلی کا کوندا ایریل پر لپکا۔

آسمانی بجلی ایریل کے تاروں سے گزر کر خوف ناک مُردہ بھوت کے جسم میں داخل ہوئی اور پھر اُس کی رگوں میں سے گزر کر زمین میں دھنس گئی۔

آسمانی بجلی اپنا کام کر گئی تھی۔ خوف ناک انسانی بھوت میں جان پڑ گئی تھی۔ بارش مُسلسل ہو رہی تھی۔ قلعے کے باہر، جنگل اور جھیل کے اِرد گرد، رونگٹے کھڑے کر دینے والی خاموشی تھی۔ اس خاموشی میں صرف بارش کی آواز تھی، جو زندہ انسان کے جسم میں موت کی سردی بن کر داخل ہوتی تھی۔

قلعے کے تہہ خانے میں انسانی بھوت نے لوہے کے تختے پر پڑے پڑے اپنے پتّھر کی طرح ساکت آنکھوں کے ڈھیلے ایک طرف گھمائے۔ تہہ خانہ بالکل خالی تھا۔ پھر اُس نے ڈھیلے دوسری طرف گھما کر دیکھا۔ اُدھر بھی کوئی نہ تھا۔

چھت پر تیل کا لیمپ روشن تھا، جس کی دُھندلی روشنی میں انسانی بھوت کے چوڑے ماتھے پر لگے ہوئے بڑے بڑے ٹانکے صاف نظر آ رہے تھے۔

خوف ناک انسانی بھوت نے اپنی لمبی لمبی اُنگلیاں سمیٹ کر مُٹھّی بنائی اور زور سے ایک جھٹکا دیا۔ لوہے کی زنجیر ٹُوٹ کر دُور جا گری۔ اُس کے دونوں بازو آزاد ہو گئے تھے۔ اُس نے دُوسرا جھٹکا دیا تو اُس کی گردن اور کمر کے گرد لپٹی ہوئی لوہے کی زنجیر تڑاخ سے ٹُوٹ گئی۔ بھوت تختے پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بیٹھا ہوا بھی کافی بڑا لگ رہا تھا۔ اب اُس نے اپنی ٹانگوں کو زور سے ہلایا۔ ٹانگوں کی زنجیریں بھی ٹُوٹ کر فرش پر بکھر گئیں۔

وہ آہستہ آہستہ، کسی مشینی آدمی کی طرح، ہلکے ہلکے جھٹکوں کے ساتھ، تختے پر سے اُٹھ کر، تہہ خانے کے

فرش پر کھڑا ہو گیا۔ اس کا سر چھت میں لگی ہوئی لالٹین کو چھو رہا تھا۔ وہ آٹھ فٹ کا دیو جیسا اِنسان تھا، اور اِنسان نہیں، کوئی خوف ناک بلا لگ رہا تھا۔ اُس کے لمبے لمبے بازو گھٹنوں تک لٹک رہے تھے۔ اُس نے آہستہ آہستہ دائیں بائیں جھولتے ہوئے قدم قدم چلنا شروع کیا۔ اُس کا سارا جِسم پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ صِرف ہاتھ، پاؤں اور چہرہ ننگا تھا۔ اُس کی کھوپڑی سے لگا ایریل کا تار ٹوٹ کر اپنے آپ گر چکا تھا۔

اچانک اُس نے بائیں ہاتھ سے لوہے کے تختے کو اُٹھا کر سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ اس تختے کو چار آدمی بڑی مُشکل سے اُٹھا کر تہہ خانے میں لائے تھے۔ انسانی بھوت نے اُسے ایک چھوٹی طشتری کی طرح اُٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔ پھر اُس نے دیوار کے پاس رکھی ہوئی الماری اور ڈاکٹری کے مُختلف آلات اور دوائی کی بوتلوں کو اُٹھا اُٹھا کر فرش پر اُلٹنا اور پاؤں سے چکنا چُور کرنا شروع کر دیا۔

اب وہ آہستہ آہستہ چلتا تہہ خانے کے دروازے کے سامنے آ گیا۔ دروازہ اُس کی طاقت کے آگے کچھ بھی نہ تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھے اور ذرا

سا دبایا۔ دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ بھُوت تہہ خانے سے نکل کر باہر نیم تاریک راہداری میں آکر ایک طرف کو چلنے لگا۔

حاتم نے دروازہ ٹُوٹنے کی آواز سُن لی تھی۔ اُس نے خیال کیا کہ شاید پولیس نے قلعے پر چھاپا مارا ہے۔ وہ اُونچی آواز میں مدد کے لیے چِلّانے لگا:

"مدد! مدد! مدد! میں یہاں ہوں۔"

انسانی بھُوت نے راہ داری میں سے گزرتے ہوئے حاتم کی کوٹھڑی سے آتی ہوئی آواز سُن لی۔ وہ چلتے چلتے اُسی جگہ رُک گیا۔ اُس کی کھوپڑی میں اگرچہ دو مُردہ آدمیوں کا دماغ ڈالا گیا تھا، مگر اُس خوف ناک بھُوت میں عقل ایک بچّے کے برابر بھی نہ تھی، کیوں کہ مُردہ انسانوں کے دماغ کافی حد تک بیکار ہو چکے تھے۔

بھُوت آہستہ آہستہ، ہاتھی کی طرح، اپنے پاؤں پر ایک طرف کو گھُوم گیا اور جِدھر سے حاتم کی آواز آئی تھی، اندازے سے اُسی طرف چلنے لگا۔ وہ دائیں بائیں جھُول جھُول کر چل رہا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ رُک گیا اور کافی دیر پتھر کے بُت کی طرح، اُسی جگہ رُکا رہا۔

حاتم نے پھر آواز دی "مدد! کوئی ہے؟ میں یہاں

ہوں "

انسانی بھوت کے کان کھڑے ہو گئے۔ جس طرف سے آواز آئی تھی، وہ اُدھر کو مڑ گیا۔ آخر وہ ایک جگہ سُرنگ میں پتھروں کی دیوار کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے خیال کے مطابق آواز اِسی جگہ سے آئی تھی۔ اب وہ ایک بار پھر آواز سُننے کا انتظار کرنے لگا۔ چند سکنڈ گزر جانے کے بعد حاتم کی آواز آئی تو اِنسانی بھوت کی آنکھوں کے سفید ڈھیلے دیوار کی طرف مڑ گئے۔ اِسی دیوار کے پیچھے سے آواز آ رہی تھی۔ اُس نے اپنے بڑے بڑے دیو جیسے ہاتھ دیوار پر رکھ کر زور سے انھیں دبایا۔ پتھروں میں دراڑ پڑ گئی۔

حاتم نے پتھروں میں دراڑ پڑنے کی آواز سُنی تو سوچا کہ پولیس آن پہنچی ہے اور وہ پتھروں کی دیوار کو کسی شے سے توڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اُس نے بلند آواز سے کہا:

"میں اندر ہوں "

اس آواز پر اِنسانی بھوت کے ہاتھ رُک گئے، اور اس کی آنکھوں کے سفید ڈھیلے گردش کرنے لگے۔ پھر اُس نے فرش پر زور سے پیر مارے۔ زمین کانپ گئی۔ حاتم کچھ

حیران سا ہوا کہ زمین کیوں کانپی ہے! کہیں زلزلہ تو نہیں آ گیا! وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دیوار کا ایک بڑا سا پتّھر ٹوٹ کر، زبردست دھماکے کے ساتھ، اندر کی طرف گر پڑا۔

حاتم پیچھے ہٹ کر، دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اسے غصّہ آنے لگا کہ پولیس کس آاڑی پنے سے دیوار کاٹ رہی ہے! اگر وہ پتّھر کے نیچے آ جاتا تو! کم از کم پولیس کو آواز تو دینی چاہیے تھی کہ اندر جو کوئی بھی ہے، وہ پرے ہٹ جائے۔ ان لوگوں نے تو ایک دم سے دیوار کاٹ کر بڑا سا پتّھر اندر گرا دیا تھا۔

حاتم ان ہی خیالوں میں تھا، اور کسی سپاہی کے اندر آنے کا اِنتظار کر رہا تھا۔ مگر کوئی بھی اندر نہ آیا۔ اُس نے زور سے آواز دی، لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتّہ باہر کھڑے اِنسانی بھُوت نے یہ آواز سُن کر اپنے ڈھیلے ایک بار پھر گھُمائے۔

دیوار میں، جہاں سے بڑا سا پتّھر اندر کو گرا تھا، وہاں ایک چوکور سوراخ ہو گیا تھا۔ اس سوراخ میں سے بہت ہی ہلکی اور پھیکی پھیکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ حاتم نے سوچا کہ باہر نکل کر دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں

نے دیوار گرائی ہے ، وہ کہاں چلے گئے ہیں۔

وہ دیوار کے سوراخ میں سے باہر نکلا ہی تھا کہ انسانی بھوت نے اپنے ایک ہاتھ میں اُس کی گردن دبوچ کر اور زمین سے کوئی دس فٹ اُوپر اُٹھا کر زور سے سامنے والی دیوار پر دے مارا۔

حاتم دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا اور سر کو جھٹک کر اوپر اُٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس کے سامنے، قلعے کی راہ داری کے اندھیرے میں، ایک آٹھ فٹ اُونچا دیو ایسا انسان کھڑا ہے۔

حاتم ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ بھوت نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اُس کی گردن پکڑ لی اور اُسے دونوں ہاتھوں سے دبانا شروع کر دیا۔ اُس میں دس آدمیوں جتنی طاقت تھی، اور وہ اپنا پُورا زور لگا چکا تھا مگر حاتم کی گردن پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ یکایک حاتم نے پُوری طاقت سے بھوت کے پیٹ میں لات ماری۔

یہ ضرب اِس قدر سخت تھی کہ بھوت کے ہاتھ سے حاتم کی گردن چھوٹ گئی اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اس کے سفید ڈھیلے پھیل گئے۔ شاید وہ

حیران ہو رہا تھا کہ یہ کون سی مخلوق ہے جس نے اُسے اتنے زور سے دھکّا دیا ہے! اُس نے ایک بار پھر حملہ کیا۔ اِس بار اُس نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر اُوپر اُٹھائیں اور زور سے حاتم کی کھوپڑی پر مُکّے مارے۔ حاتم کی جگہ کوئی اور انسان ہوتا تو اُس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ مگر حاتم پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُلٹا بھوت کے ہاتھ کی دو اُنگلیاں ٹُوٹ گئیں۔

بھُوت کے مُنہ سے پہلی بار چیخ نکلی۔ یہ چیخ درد کی بھی تھی اور غُصّے کی غُرّاہٹ بھی۔ اِس قسم کی چیخ حاتم نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ اُسے یُوں محسُوس ہوا کہ جیسے کوئی ریچھ درد سے بے تاب ہو کر چِلّایا ہے۔ مگر نہیں۔ یہ ریچھ کی چیخ بھی نہیں تھی۔ یہ کسی ایسی چُڑیل کی ڈراؤنی چیخ تھی جو کسی ویران قبرستان میں آدھی رات کو غُصّے اور انتقام میں چیخ اُٹھی ہو۔ حاتم کی ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کون سی مخلوق ہے! اُس نے اپنے سفروں اور مُہموں میں بڑے بڑے خوف ناک جِنّ دیکھے تھے، مگر یہ نہ تو جِن تھا اور نہ انسان!

بھُوت آنکھوں سے اِنتقام اور غُصّے کے شُعلے برساتا

حاتم کی طرف بڑھا۔ وہ حاتم کو اپنے پنجوں میں جکڑ کر ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ حاتم ذرا پیچھے ہٹا اور اُس نے اُچھل کر اپنی ایک ٹانگ پوری طاقت سے بھوت کے پیٹ پر ماری۔

بھوت لڑکھڑا کر دُور جا گرا۔ پھر ہڑبڑا کر غُرّاتا ہوا اُٹھا اور راہ داری کے اندھیرے میں ایک طرف آہستہ آہستہ چلتا ہوا غائب ہو گیا۔ حاتم اُس کے پیچھے لپکا، مگر وہ غائب ہو چکا تھا۔ راہ داری میں سوائے اندھیرے اور ویرانی کے اور کچھ نہ تھا۔ ہر طرف خاموشی اور سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ موت کا سا سنّاٹا!

حاتم قلعے کی چھت پر آ گیا۔ آسمان سیاہ بادلوں میں چھپا ہوا تھا ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی سردی بہت سخت تھی۔ قلعے کی بُرجیاں کُہرے میں لپٹی ہوئی تھیں۔ حاتم نے نیچے آ کر سارے قلعے میں اُس بھوت اور لیلے کو تلاش کیا، مگر اُن میں سے کوئی بھی نہ ملا۔

اب اُس نے سوچا کہ اُسے قصبے میں جا کر پولیس کو اطلاع کرنی چاہیے کہ بلیک برن کے قلعے میں ایک خوف ناک بلا پھر رہی ہے۔ اگر وہ قلعے سے نکل کر باہر آ گئی تو زبردست تباہی پھیلائے گی۔

یہ سوچ کر حاتم قلعے سے نکل کر قصبے میں آگیا۔ بارش اب رُک گئی تھی، مگر آسمان ابر آلود تھا۔ سڑکیں پانی میں بھیگی ہوئی تھیں۔ ہوٹل میں آتے ہی حاتم نے تھانے فون کیا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے حاتم سے پوچھا:

"تم کون ہو، اور قلعے میں کیا لینے گئے تھے؟"

حاتم نے جھنجلا کر کہا "انسپکٹر صاحب، یہ معلوم کرنا اس وقت اتنا ضروری نہیں ہے کہ میں کون ہوں اور قلعے میں کیا کرنے گیا تھا۔ ضروری یہ بات ہے کہ قلعے کے بھوت کو باہر آنے سے روکا جائے۔ نہیں تو وہ قصبے کے کسی انسان کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

یہ کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا۔

اُسی وقت تھانے سے پولیس کی دو گاڑیاں شور مچاتی نکلیں اور اندھیرے میں قلعے کی طرف دوڑنے لگیں۔ ہر گاڑی میں چھ چھ سپاہی تھے، جن کے پاس رائفلیں، مشین گنیں اور دستی بم تھے۔

جب یہ گاڑیاں پکّی سڑک سے اُتر کر قلعے کی جھیل والے جنگل میں داخل ہوئیں تو ایک موڑ پر بڑی تیزی سے گھوم گئیں۔ اسی موڑ پر، ایک بہت بڑے درخت کے پیچھے، خوف ناک بھوت کھڑا اپنے دہشت ناک سفید سفید

ڈھیلوں سے پولیس کی گاڑیوں کو قلعے کی طرف جاتا دیکھ رہا تھا۔

بھوت قلعے سے باہر آ چکا تھا اور اب قصبے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قصبے کو جانے والی چھوٹی سڑک رات کے اندھیرے اور کُہر آلود سردی میں دُور تک سُنسان پڑی تھی۔ بھوت سڑک کے کنارے قصبے کی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ قصبہ قلعے سے زیادہ دُور نہ تھا۔ بھوت لمبے لمبے ڈگ بھرتا کسی دیو کی طرح قصبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ایسا لگتا تھا کہ اُسے اِنسانوں کی بُو محسوس ہو رہی ہے اور وہ کسی خاص اِنسان کی تلاش میں ہے۔ ہوسکتا ہے وہ اُن دو شیطان صفت اِنسانوں کی کھوج میں ہو جنھوں نے اُسے بنایا تھا۔ بہت جلد وہ قصبے میں داخل ہو گیا۔ سخت سردی میں قصبہ ویران پڑا تھا۔ سڑکوں پر کوئی بھی نہ تھا۔ بھوت نے ایک مکان میں روشنی دیکھی تو اُس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

یہ روشنی قصبے کے تھانے کی تھی، جہاں سے ابھی ابھی پولیس کا ایک دستہ اِسی بھوت کو پکڑنے کے لیے جا چکا تھا۔ اُس وقت تھانے میں صرف تین آدمی

تھے : ایک پہرے دار جو دروازے کے اندر کُرسی پر بیٹھا، دیوار سے سر ٹکائے، سو رہا تھا، دُوسرا ایک اسِسٹنٹ انسپکٹر تھا جس کی عُمر پچاس کے قریب تھی اور تیسرا سپاہی ٹونی جو رپورٹ لکھنے کا کام کرتا تھا۔

بھُوت آہستہ آہستہ تھانے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ چوک میں لگے ہوئے بجلی کے کھمبے کے قریب سے گُزرا تو اُس کا سایہ بے حد لمبا اور ڈراؤنا ہو گیا۔ ٹھیک اُسی وقت ایک مکان کی کھڑکی میں سے کسی عورت نے باہر جھانک کر دیکھا۔ جُوں ہی اُس کی نظر بھُوت کے ہیبت ناک سائے پر پڑی، وہ خوف ناک چیخ مار کر کمرے کے قالین پر گر پڑی۔

عورت کی چیخ کی آواز سُن کر تھانے کے چوکیدار کی آنکھ کھُل گئی۔ اُس نے اسِسٹنٹ انسپکٹر کو آواز دے کر پُوچھا:

"وِلیَم، یہ آواز کیسی تھی؟"

وِلیَم بھی میز پر سر رکھے سو رہا تھا۔ دوسری تیسری آواز پر اُس نے سر اُٹھا کر آنکھیں کھولیں اور چوکیدار سے کہا:

"ٹامی، سو جاؤ۔ جب نیند بھی آ رہی ہو اور ڈیوٹی

بھی دیتی ہو تو اس قسم کی چیخیں ضرور سنائی دیں گی
پہرے دار نے خیال کیا کہ شاید اُس نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اُس نے کُرسی پر بیٹھ کر دیوار کے ساتھ سر لگایا اور اُونگھنے لگا۔ سپاہی ٹونی کمرے میں ایک طرف بیٹھا، رجسٹر میں بھوت کے بارے میں رپورٹ درج کر رہا تھا۔ اُس نے ہنس کر کہا:
"ارے بھئی، قلعے کی وہ خوف ناک بلا کہیں قصبے میں نہ آ گئی ہو۔"
اس پر ولیم ہنس کر بولا "ٹونی، میرا خیال ہے تم بھی سو جاؤ۔ کیوں کہ بیداری کی وجہ سے تم بھی اُوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگے ہو۔"
اِدھر تھانے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور اُدھر وہ بھوت فٹ پاتھ پر دیوار کے ساتھ چلتا تھانے کی طرف بڑھ رہا تھا، کیوں کہ قصبے کے سارے مکانوں میں تاریکی تھی، صرف تھانے میں روشنی ہو رہی تھی۔
تھانے کا پہرے دار ٹامی دیوار سے سر لگائے اُونگھ رہا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اُس کا مُنھ کُھلے کا کُھلا رہ گیا، کیوں کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی خوف ناک شے دیکھ رہا تھا جس نے

خوف سے اُس کے سارے بدن کو پتھر بنا دیا تھا۔ یہ خوف ناک شے انسانی بھوت تھا جو اُس پر جھکا ہوا اپنے سفید سفید ڈھیلوں سے، اُسے گھور رہا تھا!

ٹامی کے حلق سے دہشت کے مارے آواز بھی نہ نکل سکی۔ پھر بھی اُس نے اُٹھ کر وہاں سے بھاگنے اور اپنے ساتھیوں کو آواز دینے کی کوشش کی۔ وہ ہلا ہی تھا کہ بھوت نے اُس کی گردن اپنے بڑے بڑے ہاتھوں میں جکڑ کر اُسے بلّی کے بچّے کی طرح اُوپر اُٹھا لیا۔ پھر ایک جھٹکا دیا تو ٹامی کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا اور وہ بے چارہ بڑی خاموشی سے اگلے جہان پہنچ گیا۔

بھوت نے پہرے دار کی لاش کو ایک طرف پھینکا اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا تھانے کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر کمرے میں سامنے میز پر سر رکھے سب انسپکٹر سو رہا تھا۔ کونے میں ٹونی بیٹھا رجسٹر میں رپورٹ لکھ رہا تھا۔ اُسے آہٹ محسوس ہوئی تو اُس نے مُسکرا کر کہا:

"آ جاؤ، ٹامی، میرا خیال ہے تم کمبل لینے آئے ہو۔"

پہرے دار نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ہوتا تو جواب دیتا۔ ٹونی نے پھر ایسی آہٹ محسوس کی جیسے کوئی بھاری قدموں

سے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اُس نے رجسٹر پر نظریں جھکائے ہوئے کہا :

"بڑے پُراسرار طریقے سے اندر آ رہے ہو"

اِس کے ساتھ ہی اُس نے آنکھیں اُوپر اُٹھائیں۔ آنکھیں اُوپر اُٹھانے کی دیر تھی کہ اُس کے مُنھ سے ایک ڈراؤنی چیخ نکل گئی۔

چیخ اِس قدر بھیانک تھی کہ اسِسٹنٹ انسپکٹر وِلیَم چونک پڑا۔ اُس کے سامنے کمرے میں خوف ناک اِنسانی بلا کھڑی تھی۔ اسی خوف ناک بلا کی رپورٹ ٹونی لکھ رہا تھا۔

ٹونی نے وِلیَم کو آواز دی اور ساتھ ہی میز کی دراز میں سے پستول نکال کر اُوپر تلے تین فائر کر دیے۔ تینوں گولیاں بھُوت کے جِسم کے پار ہو گئیں مگر اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ برابر ٹونی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ٹونی بھاگ کر میز کے اُوپر سے چھلانگ لگانے لگا تو بھُوت نے اُسے وہیں دبوچ لیا۔ ٹونی بے چارے کی چیخ بھی نہ نکل سکی، کیوں کہ اُس کی گردن بھُوت کے شکنجے میں تھی اور وہ اُسے جھٹکے دے رہا تھا۔

اسِسٹنٹ انسپکٹر نے مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں بھُوت کی کھوپڑی اور سینے کی پسلیاں توڑتی

ہوئی نکل رہی تھیں، لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا۔ کمال کی بات یہ تھی کہ جہاں جہاں گولی کا سُوراخ ہوتا تھا، تھوڑی دیر بعد وہ سُوراخ اپنے آپ بند ہو جاتا تھا۔

ٹونی کو ہلاک کر کے بھُوت کھڑے گھُوما اور اسسٹنٹ انسپکٹر کی طرف بڑھا۔ وہ مشین گن پھینک کر دروازے کی طرف بھاگا تو بھُوت نے اُسے آدھے راستے میں ہی بازُو پھیلا کر پکڑ لیا، اور پھر فرش سے دس فُٹ اُوپر اُٹھا لیا۔ بے چارہ اسسٹنٹ انسپکٹر تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی وہ قلعے کی خوفناک بلا ہے جس کو ہلاک کرنے تھانے کے سپاہی گئے ہیں۔ اِس وقت وہ خود اس خوف ناک بلا کے شکنجے میں تھا۔

بھُوت نے اسسٹنٹ انسپکٹر کو دو تین جھکولے دیئے اور زور سے چھت پر دے مارا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر چھت سے ٹکرا کر فرش پر دھڑام سے آن گرا۔ اُسے اگلے جہان پہنچنے کے لیے اتنا ہی بہت تھا۔

تین اِنسانوں کو ہلاک کرنے کے بعد بھُوت تھانے سے باہر نکلا اور قصبے کی اندھیری گلیوں میں گُم ہو گیا۔

کالی چڑیل

دن چڑھا تو قصبے میں کہرام مچ گیا۔
تین انسان اُس خوف ناک بلا نے ہلاک کر ڈالے تھے۔ پولیس نے قصبے کا کونا کونا چھان مارا، مگر بلا کا کہیں نام نشان نہ مل سکا۔ حاتم خود تھانے گیا۔ اُس نے انسپکٹر کو بتایا کہ رات کو اُسی نے فون کیا تھا اور خوف ناک بلا کے متعلق اُنھیں بتایا تھا۔ انسپکٹر نے حاتم طائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:
"افسوس! کہ ہمارے قلعے میں جانے سے پہلے ہی خوف ناک بلا وہاں سے باہر نکل چکی تھی۔"
انسپکٹر نے حاتم سے خوف ناک بلا یعنی اِنسانی بھوت کے بارے میں اور بھی پُوچھا۔ جب حاتم نے بتایا کہ وہاں الفریڈ اور فرینک نام کے دو ڈاکٹر بھی اُسے ملے تھے جو بادشاہ چارلس اوّل کے زمانے کے کسی خزانے کی تلاش میں تھے تو انسپکٹر نے کہا:

"ہم نے قلعے میں ایک تہہ خانہ دیکھا ہے جہاں آپریشن کے آلات اور دوائیاں وغیرہ ملی ہیں۔ ایک بہت بڑا لوہے کا تختہ بھی ملا ہے جس کے ساتھ لوہے کی ٹوٹی ہوئی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں۔ یہ راز کیا ہے؟ یہ بھوت وہاں کیسے چلا گیا؟"

پھر انسپکٹر ماتھے پر ہاتھ پھیر کر بولا "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ دونوں آدمی قلعے میں کوئی تجربہ کر رہے تھے جو اس خوف ناک بلا کی صورت میں سامنے آیا ہے؟"

"حاتم نے کہا "ہو سکتا ہے، ایسا ہی ہو۔"

انسپکٹر نے کہا "ایسی صورت میں الفریڈ اور فرینک نامی آدمیوں کو لندن میں تلاش کرنا ہو گا۔ آپ ہمیں ان دونوں کا حلیہ بتا سکتے ہیں۔"

حاتم نے اُن دونوں کا حلیہ لکھوا دیا۔ پھر کہنے لگا "اُن مجرموں سے پہلے ہمیں انسانی بلا کو تلاش کرنا ہو گا، کیوں کہ ہو سکتا ہے وہ اس سے زیادہ تباہی مچا دے۔"

انسپکٹر نے کہا "ہم نے ارد گرد کے سارے علاقے میں پولیس کے دستے پھیلا دیے ہیں۔ لندن کی پولیس

اور سکاٹ لینڈ یارڈ کو بھی اِطّلاع دے دی ہے ہمیں اُمّید ہے کہ آج کسی وقت بھی ہم اِس خوف ناک بھوت کا خاتمہ کر دیں گے۔"

"خُدا کرے ایسا ہو۔ مگر مجھے شک ہے" حاتم نے کہا۔

"وہ کیوں؟" انسپکٹر نے پُوچھا۔

حاتم بولا "وہ اس لیے کہ میرا خیال ہے اس خوف ناک بلا میں بہت زیادہ طاقت ہے۔"

انسپکٹر نے کہا "وہ ہماری مشین گنوں، رائفلوں اور دستی بموں کے سامنے نہ ٹھہر سکے گی۔"

حاتم نے کہا "میرا خیال ہے تہ خانے میں آپ کے آدمیوں نے، ہلاک ہونے سے پہلے، اُس پر مشین گن اور پستول کے فائر کیے تھے۔ ایسی صُورت میں خوف ناک بلا کو ہلاک ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ گولیاں کھا کر بھی زندہ رہی۔ زخمی تک نہیں ہوئی۔ کیوں کہ ایسی صُورت میں فرش پر اُس کے خون کے نشانات ہونے چاہئیں تھے جو نہیں ہیں۔"

حاتم ٹھیک کہہ رہا تھا۔ انسپکٹر سر جھٹک کر بولا "لیکن دستی بم اور مشین گن کی گولیاں تو فولاد میں سُوراخ

کر دیتی ہیں۔"

حاتم نے کہا "ہو سکتا ہے خوف ناک بلا کا جسم کچھ ایسا ہو کہ اس کے سوراخ پھر بند ہو جاتے ہوں۔"

انسپکٹر جھنجھلا گیا "خدا جانے تم کن جن بھوتوں کی باتیں کر رہے ہو، مسٹر حاتم۔ میں صرف ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ بلا پولیس سے نہیں بچ سکتی۔ ہم اس کے ٹکڑے اُڑا کر رکھ دیں گے۔"

حاتم نے آہستہ سے کہا "انسپکٹر صاحب، اس میں شک نہیں کہ میری باتیں ناقابلِ یقین ہیں، مگر یاد رکھیے، آج کے سائنس کے زمانے میں بھی بعض ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ جن پر آپ کے سائنس دان سوائے منھ اُٹھا کر تکتے رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اب میں اُس خوف ناک بلا کو قابو میں کرنے کی کوشش کروں گا۔ خدا حافظ۔"

حاتم طائی یہ کہہ کر تھانے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ لیلیٰ کو تلاش کرنے کے بجائے یہ سوچ رہا تھا کہ قلعے کی خوفناک بلا کی تباہی سے انسانوں کو کیسے بچایا جائے۔

وہ سیدھے ہوٹل میں آ گیا۔ قصبے میں ہر شخص اُسی بھوت کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ فضا میں دہشت

سی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر کوئی پریشان اور خوف زدہ تھا۔
ماؤں نے اپنے بچّوں کو اُس روز سکول نہیں بھیجا تھا۔
حاتم سوچنے لگا کہ بھُوت کہاں گیا ہو گا؟ وہ کہاں
جا سکتا ہے؟

ایک خیال بجلی کی طرح اُس کے ذہن میں چمکا۔
کہیں وہ اپنے بنانے والوں، الفریڈ اور فرینک، کی تلاش
میں لندن کی طرف تو نہیں گیا؟

حاتم کا یہ خیال سو فی صد دُرست تھا۔ بھُوت الفریڈ
اور فرینک کی تلاش میں ہی تھا۔ شاید اُس کے آدھے
پکّے آدھے کچّے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ اس
کے بنانے والوں نے اس کو تخلیق کر کے اُس پر ظلم
کیا ہے۔ نہ وہ انسان ہے اور نہ بھُوت۔ وہ دونوں کے
درمیان لٹک کر رہ گیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنے تخلیق کرنے والے شیطانی ڈاکٹروں
کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے جب قلعے
کے تہہ خانے میں زندگی کا پہلا سانس لیا تو اُس کی
آنکھوں میں روشنی کی چکا چوند ہوئی تھی۔ یہ چکا چوند
آسمانی بجلی کی تھی۔ اب وہ جہاں روشنی دیکھتا، اُدھر
ہی کو لپکتا کہ شاید الفریڈ اور فرینک وہاں ہوں۔ بھُوت نے

اُن دونوں کو دیکھا نہیں تھا۔ مگر اس کے اندر ایک ایسی حِس پیدا ہو چکی تھی جس کی مدد سے وہ اپنے بنانے والوں کے جسم کی بُو سُونگھ سکتا تھا۔

حاتم اُسی روز ٹرین میں سوار ہو کر لندن روانہ ہو گیا۔ لیلیٰ کو بھی اُسے لندن ہی میں تلاش کرنا تھا۔

اب ذرا اُس بھُوت کی خبر لیتے ہیں کہ اُس نے کیا کیا اور وہ کہاں گیا۔

قصبہ بلیک برن کے تھانے میں تین انسانی جانوں سے کھیلنے کے بعد خوف ناک بھوت، آدھی رات کے بعد، قصبے کی تاریک جگہوں سے نکل کر باہر ویرانے میں آ گیا۔ اُس کے بھاری اور بوجھل دماغ میں ایک ہی بُو سمائی ہوئی تھی، اور وہ اُسے لندن کی طرف کھینچے لیے جا رہی تھی۔ یہ وہ بُو تھی جو اُس نے آسمانی بجلی کی چکا چوند کے بعد پہلی بار سُونگھی تھی، اور جو اُس کے بنانے والے شیطان ڈاکٹروں الفریڈ اور فرینک کے جسم کی تھی۔

بھوت اِسی بُو کی کھوج میں تھا۔ اس کا ذہن اس بُو کے معاملے میں اس قدر حسّاس اور تیز تھا کہ لندن میں بیٹھے ہوئے الفریڈ اور فرینک کی بُو اُسے قصبہ

بلیک برن میں محسوس ہو رہی تھی۔ اگرچہ یہ بُو بہت ہی مدھم تھی اور کبھی آتی تھی اور کبھی نہیں۔ بھوت اس بُو کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ حاتم نے چوں کہ الفریڈ اور فرینک کے ساتھ کچھ دیر باتیں کی تھیں، اس لیے یہ بُو اس کے جسم سے بھی کچھ دیر تک آتی رہی تھی۔ اس لیے بھوت نے سب سے پہلے دیوار توڑ کر حاتم پر ہی حملہ کیا تھا۔

یہی بُو بھوت کو قصبے میں بھی لے گئی تھی، کیوں کہ حاتم وہاں موجود تھا۔ اُس رات قصبے میں سوائے تھانے کے اور کسی جگہ روشنی نہیں تھی۔ بھوت کی موٹی عقل میں یہی بات آئی کہ ہو نہ ہو اس روشنی والے گھر میں اُس کے شکار بیٹھے ہیں۔ اندر جا کر اُسے جو بھی ملا، اُس نے اُسے ختم کر دیا۔

قصبے سے باہر آ کر بھوت ایک جگہ رُک گیا۔ اُس نے اپنا ہاتھی جتنا بڑا ہاتھ دائیں بائیں کر کے فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔ ایک طرف سے ہوا کے جھونکے کے ساتھ، دونوں ڈاکٹروں کی ہلکی سی بُو آئی۔ بھوت اُسی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ ایک کچا راستہ تھا جو آگے جا کر لندن جانے

والی بڑی سڑک سے مل گیا تھا۔ بھوت آہستہ آہستہ رات کے اندھیرے اور کہر آلود سردی میں آگے چل پڑا۔ تھوڑی دور جا کر وہ لندن کو جانے والی سڑک پر آ گیا اور سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا۔

اگر اُس وقت اُس انسان نما بھوت کو کوئی دیکھ لیتا تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتا۔ وہ بہت اُونچا اور چوڑا چکلا انسان تھا، جس کے سارے بدن پر پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور کھوپڑی پر سیاہ نوکیلے سخت بالوں کا ایک جھاڑ اُگا ہوا تھا۔ وہ دو پیروں والے ہاتھی کی طرح سڑک سے ذرا نیچے اُتر کر کچے راستے پر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

لندن شہر وہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ بھوت صرف بُو کی سمت جا رہا تھا۔ نہ اُسے فاصلے کا پتا تھا اور نہ یہ خبر تھی کہ وہ کون سے شہر کی طرف جا رہا ہے۔ رات آہستہ آہستہ ڈھلنے لگی تھی مگر گھرے بادل اور سخت سردی کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا تھا۔ سڑک پر دُور دُور تک کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔

لندن اور بلیک برن کے راستے میں ایک گاؤں آتا تھا، جہاں ایک پرانی حویلی تھی۔ اس حویلی میں کسی زمانے

ہیں اِس علاقے کا بہت بڑا زمیندار رہا کرتا تھا۔ وہ مر گیا تو حویلی کھنڈر بن گئی۔ کیوں کہ زمیندار کی کوئی اولاد نہ تھی۔ حویلی کے کھنڈر میں ایک جادوگرنی نے بسیرا کر لیا۔ اس جادوگرنی کا نام کالی چڑیل تھا۔ یہ نام اُسے گاؤں کے لوگوں نے دیا تھا، جہاں وہ پہلے رہا کرتی تھی۔

کالی چڑیل ایک ایسی دوا بنانے کی کوشش کر رہی تھی جس کو پی کر وہ ہمیشہ زندہ رہتی اور کبھی نہ مرتی۔ اِس آبِ حیات کے لیے کالی چڑیل نے لندن کے ٹیمز دریا کے ٹھنڈے پانی میں چالیس دن تک کھڑے رہ کر چلّہ کیا۔ پھر کالے بکروں کی اکتالیس 41 سریاں اُتار کر آدھی رات کو انھیں بھون کر کھایا۔ اس کے بعد دس روز وہ ایک قبر کے اندر مُردے کے سینے پر بیٹھ کر ایک گھنٹے تک اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی رہی۔

آخری چلّہ اس کا یہ تھا کہ وہ تین آدمیوں کا خون پی کر اور اُن کی کھوپڑیوں کے اُوپر بیٹھ کر سات روز تک منتروں کا جاپ کرتی رہے۔ پس اُس نے دو آدمیوں کو ہلاک کر کے اُن کا خُون پیا اور اُن کی کھوپڑیاں

اپنے جھولے میں چھپا لیں۔ وہ تیسرے آدمی کی تلاش میں تھی کہ گاؤں والوں کو خبر ہو گئی۔ وہ رائفلیں لے کر کالی چڑیل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ کالی چڑیل کو عین وقت پر خبر ہو گئی۔ وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ کر اس حویلی کے کھنڈر میں آ چھپی۔ یہاں وہ کئی روز سے رہ رہی تھی، اور تیسرے آدمی کی تلاش میں تھی۔

جس رات انسانی بھوت لندن جانے والی سڑک پر چلا جا رہا تھا، اُسی رات کالی چڑیل نے قریبی گاؤں کے ایک غریب کسان کے لڑکے کو دوا سُنگھا کر بے ہوش کیا اور اُسے بوری میں بند کر کے حویلی کے کھنڈر میں لے آئی۔ لڑکے کو ہوش آیا تو وہ اپنے سامنے ایک مکروہ صورت جادوگرنی کو دیکھ کر رونے لگا۔ کالی چڑیل نے اپنے کالے لمبے دانت نکال کر اُس کو جُھک کر دیکھا اور غرّاتے ہوئے کہا:

"خبردار! یہاں تیری ماں تجھے بچانے نہیں آئے گی۔ میں تجھے کچّا چبا جاؤں گی۔ اب تُو مجھ سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ چُپ چاپ یہاں پڑا رہ۔"

کالی چڑیل نے لڑکے کو رسیّوں سے چارپائی پر باندھ

رکھا تھا۔ جب لڑکے نے زیادہ زور زور سے رونا شروع کر دیا تو کالی چڑیل نے اُسے بے ہوشی کا ٹیکا لگا دیا۔ لڑکا بے چارہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔

اُس وقت آسمان پر گھرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ کالی چڑیل نے دونوں کھوپڑیوں کو نکال کر اُن کے اُوپر کالی سیاہی سے سات بار اپنا نام لکھا۔ پھر انھیں فرش پر رکھ کر اُس کے گرد سات چکّر لگائے۔ اس کے بعد اُس نے سات منکوں والی سبز مالا پہنی۔ سات بار آگ جلا کر بجھائی۔ بے ہوش لڑکے کے گرد اکتالیس چکر لگائے اور منتر پڑھے۔ جب یہ کام پُورا ہو گیا تو اُس نے چھُری تیز کرنی شروع کر دی۔

وہ چھُری کو پتّھر پر رگڑتے ہوئے بلند آواز میں جادُوگروں کے بادشاہ سامری کا سب سے زبردست منتر پڑھتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے چھُری کی دھار دیکھی، جو کافی تیز ہو گئی تھی۔ اُس وقت ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ سرد اور اندھیری رات گھرے کی چادر اوڑھے لرزتی ہوئی آنکھوں سے بد نصیب لڑکے کو دیکھ رہی تھی، جو ابھی تک چارپائی پر بے ہوش پڑا تھا۔

کالی چڑیل نے ساری تیاریاں مکمل کر لیں ۔ اب صرف ایک آخری کام باقی رہ گیا تھا ۔ اور وہ یہ کہ اُس نے آگ جلا کر پانی کا تسلا چڑھانا تھا جس میں بچے کی کھوپڑی کو اُبالنا تھا ۔

اُس نے حویلی کے کھنڈر کے ایک کونے میں آگ جلا کر پانی کا تسلا اُس کے اُوپر رکھ دیا ۔ وہ منتر پڑھ پڑھ کر پانی کے تسلے میں بیری کے پتے پھینکنے لگی ۔ آگ دھڑ دھڑ جل رہی تھی اور تسلے کا پانی آہستہ آہستہ گرم ہو رہا تھا ۔

ٹھیک اُسی وقت انسانی بھوت کھنڈر سے کچھ فاصلے پر لندن شہر کو جانے والی سڑک پر سے گزر رہا تھا ۔ اُس نے دُور کھنڈر میں آگ کی روشنی دیکھی تو آنکھوں میں چکا چوند سی ہوئی اور پھر دُور روشنی کا ایک دائرہ سا سمٹتا چلا گیا ۔ دائرہ انسانی بھوت کو حویلی کے کھنڈر کی طرف لیے جا رہا تھا ۔ وہ سڑک سے اُتر کر اندھیرے میں حویلی کے کھنڈر کی طرف چل پڑا ۔

اندھیری سرد رات میں کھنڈر میں جلتی ہوئی آگ کی چمک دُور سے نظر آ رہی تھی ۔ انسانی بھوت کی آنکھوں کے سفید ڈھیلے اسی روشنی پر لگے ہوئے تھے اور

وہ بڑے بڑے پاؤں اُٹھاتا بارش میں بھیگے ہوئے کھیتوں میں سے گزر رہا تھا۔ جُوں جُوں کھنڈر قریب آ رہا تھا، روشنی کی چمک زیادہ صاف ہوتی جا رہی تھی اب یہ چمک انسانی بھُوت کی آنکھوں کے سفید سفید ڈھیلوں میں بھی دیکھی جا سکتی تھی۔

کھنڈر میں آگ کے پاس کالی چڑیل چھُری لے کر تیار کھڑی تھی۔ پانی میں پہلا اُبال آنے ہی والا تھا۔ تسلے کے نیچے لکڑیوں میں آگ خُوب جل رہی تھی۔ انسانی بھُوت کھنڈر کے پتّھروں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ یہاں وہ رُک گیا۔ روشنی پتّھروں کی اُونچی دیوار کے دوسری طرف سے آ رہی تھی۔

کالی چُڑیل نے اُونچی آواز میں جادُوگروں کے دیوتا کو آواز دی:

"اے جادُوگروں کے دیوتا، میری مدد کر! میں تیرے نام پر اس لڑکے کا خُون پینے لگی ہوں۔"

اس آواز پر انسانی بھُوت کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ اُس کا آگے بڑھا ہوا پاؤں وہیں کا وہیں رہ گیا۔ جِدھر سے آواز آئی تھی، وہ اس طرف کو گھُوم گیا۔ یہ آواز دیوار کی دوسری جانب سے آئی تھی۔

کالی چڑیل چھری لے کر بے ہوش لڑکے کی طرف بڑھی۔ پانی کھولنے لگا تھا۔ ابھی وہ لڑکے کی چارپائی کے پاس ہی پہنچی تھی کہ اُسے اپنے پیچھے کسی کے پاؤں کی چاپ سُنائی دی۔ کالی چڑیل یُوں تڑپ کر پیچھے کو مُڑی جیسے اُسے کسی بھِڑ نے کاٹ کھایا ہو۔ اب جو اُس نے اپنے پیچھے دیکھا تو ایک لمحے کے لیے اُس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایک انتہائی بھیانک اِنسان، ڈراؤنے بھُوت کی شکل میں، اس کے پیچھے کھڑا تھا، اور اُس کی پتھریلی آنکھوں کے سفید ڈھیلوں میں آگ کے شُعلوں کی چمک پڑ رہی تھی۔

بھُوت کے حلق سے ایک غُرّاہٹ کی آواز نکلی۔ شاید اُس کے موٹے دماغ نے یہ محسُوس کر لیا تھا کہ یہ کالی چُڑیل لڑکے کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ کالی چُڑیل نے سوچا کہ وہ جادُوگرنی ہے، اور اگر یہ کوئی بھُوت بھی ہے تو وہ اپنے جادُو کے زور سے اُسے بھسم کر سکتی ہے۔

کالی چُڑیل نے ایک منتر پڑھ کر انسانی بھُوت پر پھُونکا، لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس نے دُوسرا منتر پڑھ کر پھُونک ماری۔ اب بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر اُس

نے چھری اُٹھائی اور لڑکے کی طرف بڑھی کہ جس طرح بھی ہو سکے کم از کم وہ لڑکے کو تو مار ڈالے۔ بعد میں جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔

جُوں ہی کالی چڑیل بچّے کی طرف چھری لے کر بڑھی، اِنسانی بھُوت کے جِسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اُس کے حلق سے ایک ایسی چیخ نکلی جس نے کالی چڑیل کے جسم پر کپکپی طاری کر دی۔ اس کے باوجود اُس نے ہمّت نہ ہاری اور منتر پڑھتے ہوئے چھری اُٹھا لی۔ چاہتی تھی کہ چھری لڑکے کی گردن میں گھونپ دے کہ اچانک انسانی بھُوت نے اپنا لمبا سا ہاتھ آگے بڑھایا اور کالی چڑیل کو گردن سے پکڑ کر اُوپر ہوا میں اُٹھا لیا۔ کالی چڑیل کے ہاتھ سے چھری گر پڑی۔

اِنسانی بھُوت نے چڑیل کو سر سے اُوپر لے جا کر ایک بار ہوا میں اُچھالا اور پھر فرش پر پٹخ دیا۔ کالی چڑیل اس زور سے فرش پر گری کہ اُس کے مُنہ سے دردناک چیخیں نکلنے لگیں۔ مگر دوسرے ہی لمحے انسانی بھُوت نے اپنا ہاتھی ایسا پاؤں اُٹھا کر اُس کے اُوپر رکھ دیا اور اُسے دبا دیا۔

کالی چڑیل نے ایک بھیانک چیخ ماری اور پھر

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔

اِنسانی بھُوت نے کالی چڑیل کی موت کی خوشی میں اپنے سینے پر دونوں ہاتھ زور زور سے مارے اور گردن کو ریچھ کی طرح ہلانا شروع کر دیا۔ اتنے میں لڑکے کو ہوش آ گیا۔ اُس نے جو کالی چڑیل کی جگہ ایک بھُوت کو دیکھا تو خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔

اِنسانی بھُوت نے جُھک کر اُس بچّے کو دیکھا۔

اُس وقت پہلی بار اِنسانی بھُوت کے چہرے پر ہمدردی اور پیار کا معصُوم جذبہ نمُودار ہوا۔ لڑکا چارپائی پر رسّیوں میں جکڑا، خوف سے لرز رہا تھا۔ اُس نے فرش پر آگ کی روشنی میں کالی چڑیل کی لاش بھی دیکھ لی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کا بھی تھوڑی دیر میں یہی انجام ہونے والا ہے۔

بھُوت نے بچّے کی رسّیاں توڑ دیں۔ پھر اُسے اپنی ہتھیلی پر خربُوزے کی طرح اُٹھا لیا اور کھنڈر سے باہر آ گیا۔ لڑکا بے چارہ دَم بہ خُود، آنکھیں بند کیے، بھُوت کی ہتھیلی پر بیٹھا زندگی کے آخری لمحے گِن رہا تھا۔

بھُوت نے ایک بار پھر لڑکے کو اپنے چہرے کے قریب لا کر غور سے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں

محبت اور شفقت جھلک رہی تھی۔ پھر اس نے لڑکے کو بڑی سڑک کے پاس کچے راستے پر آہستہ سے کھڑا کر دیا، اور ہاتھ سے اشارے کرنے لگا، جیسے کہہ رہا ہو: بھاگ جاؤ۔ گھر بھاگ جاؤ۔ جاؤ۔ جاؤ۔

لڑکا پہلے تو کچھ دیر کھڑا بھوت کو دیکھتا رہا، پھر اپنے گاؤں کو جانے والی پگ ڈنڈی پر بھاگ کھڑا ہوا۔

عرب جاسوس

بھوت کچھ دیر وہاں کھڑا لڑکے کو کھیتوں میں جاتے دیکھتا رہا۔ جب رات کے سرد اندھیرے نے لڑکے کو اپنے کہرے میں چھپا لیا تو بھوت کھڑے کھڑے ذرا سا گھوما۔ اب اس کا رُخ دوبارہ اس سڑک کی طرف ہو گیا تھا جو لندن شہر کو جاتی تھی۔

رات کا پچھلا پہر ہو چکا تھا، مگر کہرے کی وجہ سے چاروں طرف ابھی اندھیرا تھا۔ بھوت سڑک پر آ گیا۔ پیچھے سے ایک ٹرک کی روشنیاں سڑک پر پڑیں۔ بھوت رُک گیا۔ گردن گھمانے کے لیے اُسے پورے کا پورا گھومنا پڑتا تھا۔ ٹرک کی روشنی اس کے آگے پڑ رہی تھی۔ سامنے سے ایک ٹرک آ رہا تھا، جو کافی بڑا

تھا اور اس میں شاید سبزی کے بڑے بڑے کریٹ لدے
تھے ۔ ٹرک ڈرائیور شاید نیند میں تھا ۔ اُس کی نظر سڑک
کے کنارے کھڑے اِنسانی بھوت پر نہیں پڑی۔
جب ٹرک قریب سے گزرا تو بھوت نے پیچھے سے
ہاتھ بڑھا کر اس کی لٹکتی ہوئی زنجیر کو پکڑ لیا ۔ اُسے ایک
جھٹکا لگا اور وہ ٹرک کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا شاید
یہ آسمانی بجلی کا کرشمہ تھا کہ وہ ٹرک کے ساتھ پوری
رفتار سے بھاگ رہا تھا۔ پھر بھاگتے بھاگتے وہ اچھل
کر ٹرک پر سوار ہو گیا۔
ٹرک ڈرائیور نے دھچکا سا محسوس کیا تو نیند میں ڈو
ہوئی آنکھیں کھول کر باہر دیکھا۔ اُس نے سمجھا شاید ٹرک
کسی گڑھے میں سے گزرا ہے۔ وہ بڑے سکون سے بیٹھ
رہا۔ اس کے پیچھے انسانی بھوت سبزی کے کھوکھول ...
کھڑا اُنھیں غور سے تک رہا تھا ۔ پھر اس نے ہاتھ
مار کر ایک کریٹ توڑ دیا۔ اس کے اندر سُرخ ٹماٹر تھے
بھوت نے کریٹ اُٹھا کر باہر سڑک پر پھینک دیا ۔
ڈرائیور نے دھماکے کی آواز سُنی تو سوچنے لگا کہ یہ آواز
کیسی تھی ! پھر یہ سوچ کر کندھے اُچکائے کہ ہو گی
کوئی ۔ بھوت لکڑی کے بکسوں پر بیٹھ گیا۔

ٹرک میں ایک کھڑکی تھی، جو ڈرائیور کی سیٹ کی طرف کھلتی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے ڈرائیور کو پیچھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چوں کہ سردی زیادہ تھی، اس لیے ڈرائیور نے کھڑکی بند کر رکھی تھی کہ ہوا نہ آئے۔ ٹرک اب لندن کے باہر کے علاقے میں داخل ہو گیا تھا۔ ڈھلواں چھتوں والے کاٹج اور باغوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

ٹرک دریائے ٹیمز کے کنارے کے ساتھ ساتھ شہر کی بڑی سبزی منڈی کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد چوراہا آ گیا۔ ٹریفک کی بتی سرخ تھی۔ ڈرائیور نے ٹرک روک لیا۔ انسانی بھوت ابھی تک خاموش بیٹھا تھا۔ ٹرک رُکا تو جانے اُس کے جی میں کیا آئی کہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر نیچے سڑک پر اُتر آیا اور ٹرک کے پیچھے سے ہو کر ٹرک کے اگلے حصّے کی طرف آ گیا۔ وہ روشنیاں دیکھنا چاہتا تھا جو ٹرک کے اگلے حصّے سے نکل رہی تھیں۔

ٹرک ڈرائیور بڑے مزے سے اگلی سیٹ پر بیٹھا سگرٹ پی رہا تھا۔ اب وہ ہوشیار ہو گیا تھا، کیوں کہ ٹرک شہر میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کا ایک بازو کھڑکی

سے باہر تھا۔

بھوت آہستہ آہستہ چل کر کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے آرام سے اپنا چوڑا اور لمبے ناخنوں والا ہاتھ ڈرائیور کے بازو پر رکھ دیا۔ ڈرائیور نے سوچا کہ کوئی مسافر ہے، جو سبزی منڈی تک جانا چاہتا ہے۔ ایسے مسافر شہر کے قریب اُسے اکثر ملا کرتے تھے اور بڑا تنگ کرتے تھے۔ ڈرائیور نے باہر دیکھے بغیر بازو جھٹک کر کہا:

"ٹرک میں کوئی جگہ نہیں ہے، مسٹر!"

بھوت نے اُس کا بازو ذرا دبایا اور گلے سے غراہٹ کی آواز نکالی۔ ڈرائیور ایک دم سے چونکا۔ اُس نے آہستہ آہستہ گردن گھما کر کھڑکی کے باہر دیکھا اور جو کچھ اُس نے دیکھا، اُسے دیکھ کر اُس کے منہ سے چیخ تو نہ نکلی لیکن ہونٹوں میں دبا ہوا سگریٹ اپنے آپ نیچے گر پڑا۔ ٹریفک کی بتی سبز ہو گئی تھی۔ اِنسانی بھوت ایک بار پھر غرّایا اور پیچھے کو چل پڑا۔

اب ڈرائیور کو ہوش آیا۔ اُس نے چیخ ماری اور ٹرک کو بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا کر لے گیا۔ خُدا جانے سبزی منڈی میں جا کر اُس کا کیا حال ہوا ہو گا۔ اُس نے جب اپنے دوستوں کو بتایا ہو گا کہ

راستے میں اُس نے ایک بھوت دیکھا ہے تو اُنھوں نے قہقہے لگائے ہوں گے اور اُس کا مذاق اُڑایا ہوگا۔

لیکن انسانی بھوت لندن پہنچ چکا تھا اور بہت جلد سب لوگوں کو یقین آنے والا تھا کہ سبزی منڈی کا ڈرائیور ٹھیک کہتا تھا۔

جب ٹرک چلا گیا تو بھوت کچھ دیر وہاں کھڑا ٹریفک کی روشنیوں کو کبھی سبز، کبھی زرد اور کبھی سُرخ ہوتے دیکھتا رہا۔ پھر وہ تھوڑا تھوڑا غرّایا، آگے بڑھا اور ایک ہاتھ مار کر ٹریفک کے کھمبے کو روشنیوں سمیت اُکھاڑ کر سڑک پر دے مارا۔ بجلی کا ایک شُعلہ سا بلند ہوا اور پھر چوراہے میں اندھیرا چھا گیا۔

انسانی بھوت کے لیے یہ منظر بڑا دل چسپ تھا۔ اس کام سے فارغ ہوکر وہ دریا کے کنارے آگیا۔ اب دن کا ہلکا ہلکا اُجالا پھیلنے لگا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا، درختوں کے درمیان، دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ لندن کا مشہور دریا ٹیمز بڑے سکون سے بہہ رہا تھا۔ دُور دریا کے پُل پر روشنی نظر آ رہی تھی۔ ذرا فاصلے پر شہر کی بڑی شاہراہ پر سے کبھی کبھی بس یا ٹرک گزر جاتا تھا۔ اس سے ذرا پرے اُونچی اُونچی

عمارتیں تھیں، جہاں فلیٹوں میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ بھوت اچانک چلتے چلتے رک گیا۔ اُس کی سفید آنکھوں نے دریا کے کنارے دھند میں ایک انسانی سائے کو دیکھا، جو ہاتھ میں مچھلی پکڑنے والی چھڑی پکڑے ہوئے کرسی پر ذرا آگے کو جُھک کر بیٹھا تھا۔ بھوت چند سکنڈ درختوں میں رُکا اُس سائے کو تکتا رہا۔ خُدا جانے وہ دل میں کیا سوچ رہا تھا۔ پھر اُس نے اپنے پاؤں موڑے اور درختوں کے آگے ڈھلان پر اُترنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس آدمی کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک اَدھیڑ عُمر کا انگریز تھا جو صُبح صُبح دریائے ٹیمز کے کنارے بیٹھا شاید اپنے ناشتے کے لیے مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔

ڈوری دریا میں ڈالے، چھڑی دونوں ہاتھوں میں تھامے، گرم اوور کوٹ میں کندھے جھکائے سر پر کالا گول ہیٹ پہنے وہ مگن بیٹھا تھا۔ اُسے کوئی خبر نہ تھی کہ اُس کے پیچھے ایک خوف ناک شے آ کر کھڑی ہو گئی ہے۔

بھوت نے جُھک کر ٹوکری میں مچھلیوں کو دیکھا۔ تین مچھلیاں ٹوکری میں پڑی تھیں۔ اُس نے ٹوکری گھاس

پر رکھ دی۔ پھر اُس میں سے ایک مچھلی اُٹھالی اور اُسے مُنھ میں رکھ کر چبانے کی کوشش کی۔ مچھلی میں ابھی کچھ سانس باقی تھے۔ وہ بھوت کے مُنھ میں تڑپی۔ بھوت نے گھبرا کر اُسے تھوک دیا۔

اُس کے تھوکنے کی آواز پر بوڑھا چونکا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے! اُس نے گردن گھما کر دیکھا تو ٹوکری اپنی جگہ سے ذرا ہٹی ہوئی تھی۔ اچانک بوڑھے کو محسوس ہوا کہ اُس کے اُوپر کسی بہت بڑی شے کا سایہ ہے۔ وہ پیچھے کو گھوما اور سر اُوپر اُٹھایا۔ اس کے سامنے انسانی بھوت اپنی بھیانک شکل و صورت کے ساتھ کھڑا تھا۔

خدا جانے بوڑھے پر کیا اثر ہوا کہ اُس کے مُنھ سے کوئی بھی چیخ تک نہ نکلی۔ وہ آہستہ آہستہ لوہے کی کرسی پر سے اُٹھا۔ مچھلی پکڑنے والی چھڑی اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اُس نے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے اور سر کو یُوں ہلانے لگا جیسے کہہ رہا ہو، نہیں نہیں۔ بھوت اپنی جگہ پر ساکت کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔

بوڑھا قدم قدم پیچھے ہٹتا گیا۔ اور پھر ایک دم چیخ مار کر بھوت! بھوت! بھوت! کہتا دریا کے پُل کی طرف

دوڑا، لیکن وہاں کوئی نہ تھا جو اُس کی چیخ پکار سنتا۔
بھوت بڑی حیرت سے بوڑھے کو بھاگتے دیکھتا رہا۔
اُس نے بوڑھے کے پیچھے بھاگنے کی کوشش نہ کی۔
جب بوڑھا دریا کنارے پھیلے کُہرے میں گُم ہو گیا
تو بھوت نے دریا پار لندن کے شہر پر ایک نظر ڈالی
جس کی اونچی اونچی عمارتیں طلوع ہوتے سورج کی
روشنی میں دُھند کی چادر میں سے اُبھرنے کی کوشش کر
رہی تھیں۔ دریا پر کُہرا پھیلا ہوا تھا۔ اِنسانی بھوت
دریا میں اُتر گیا۔ اُسے نہ سردی لگتی تھی، نہ گرمی۔ وہ
دریا کے کنارے کنارے، پانی میں، پُل کی طرف چلنے لگا۔
دریائے ٹیمز کا یہ پُل لندن کا سب سے پُرانا پُل
ہے، اور آنے جانے کے لیے بہت کم استعمال ہوتا ہے،
کیوں کہ اس سے ذرا فاصلے پر نیا پُل تعمیر ہو چکا ہے
جہاں ہر وقت ٹریفک کا رش رہتا ہے۔ یہ پُل کافی
اونچا ہے اور اوپر سے اس کی بُرجیاں ٹوٹ پھوٹ گئی
ہیں۔ اس کی محرابیں کافی چوڑی ہیں اور اُن کے نیچے
چھت پڑی ہوئی ہے۔ یہاں کنارے پر کیچڑ رہتی ہے۔
محرابوں میں گہرے گڑھے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ
یہاں انگلینڈ کے بادشاہ ہنری ہشتم کے وقتوں کی ایک

سُرنگ بھی ہے جو قلعے کے اندر جا نکلتی ہے۔ انسانی بھوت لمبے لمبے ڈگ بھرتا، اس پُل کے نیچے دلدل میں آ کر رُک گیا۔

اُس نے اپنی بائیں جانب ایک گہرے گڑھے کو دیکھا جو دیوار کے اندر تک چلا گیا تھا۔ وہ کیچڑ میں سے ہوتا ہوا اس گڑھے کے اندر چلا گیا۔ بہت جلد دریا پر پھیلے ہوئے کہرے نے اُسے اپنے اندر چھپا لیا۔

لندن میں صبح کے اخبار چھپے تو اُن میں قصبہ بلیک برن کے بھوت کی سنسنی خیز کہانی پوری تفصیل سے لکھی ہوئی تھی۔ شہر میں ہر کسی کی زبان پر بھوت کا ہی قصّہ تھا۔ اُسی روز سبزی منڈی والے ٹرک ڈرائیور اور بوڑھے مچھلی پکڑنے والے نے بھی اخبار کے دفتروں میں جا کر اپنے بیان دیے کہ انھوں نے خود بھوت کو دیکھا ہے، جو بالکل انسانی شکل وصورت کا تھا، مگر انسان سے اُس کی ہر شے چار گنا بڑی تھی۔

بعض لوگ اُسے محض لوگوں کا وہم سمجھ رہے تھے بہر حال، لندن پولیس نے شہر میں بھوت کی تلاش شروع کر دی اور سکاٹ لینڈ یارڈ کے سُراغ رساں اور جاسوس

بھی ہوشیار ہو گئے۔ اس صورتِ حال سے سب سے زیادہ پریشانی الفریڈ اور فرینک کو تھی۔ حاتم بھی لندن میں تھا اور فلسطینی مجاہدہ لیلے کی تلاش میں لگا ہوا تھا۔ اس نے ڈاکٹر الفریڈ اور فرینک کا حلیہ پولیس کو بتا دیا تھا۔ پولیس نے دونوں شیطانوں کی ایک فرضی تصویر بھی اخباروں میں چھاپ دی تھی جو بہت حد تک اُن سے مِلتی جُلتی تھی۔ الفریڈ اور فرینک یہ تصویر دیکھ کر پریشان ہوئے۔ سب سے پہلا کام اُنھوں نے یہ کیا کہ اپنی مُونچھیں صاف کر ڈالیں اور آنکھوں پر کالے چشمے چڑھا لیے۔

وہ دونوں لندن کے ایک گنجان آباد علاقے میں رہتے تھے۔ یہاں اُنھوں نے ایک زیرِ زمین کمرا کرائے پر لے رکھا تھا اور اپنے بنائے ہوئے بھُوت کے ذریعے ساری دُنیا کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جب انھیں پتا چلا کہ اُن کا بنایا ہوا بھُوت زندہ ہو کر لندن میں آ گیا ہے تو وہ بے چین ہو گئے۔ پھر اخباروں میں اُن سے مِلتے جُلتے تصویری خاکے بھی چھپ گئے تھے اور پولیس اُن کی تلاش میں تھی۔ الفریڈ نے کہا :

"کیوں نہ ہم پولیس کے سامنے جا کر پیش ہو جائیں

اور کہہ دیں کہ ہم ڈاکٹر ہیں۔ ہمیں ایسا تجربہ کرنے کا حق ہے۔"

فرینک نے مسکرا کر کہا "ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارا تجربہ اِس وقت تین خون کر چکا ہے۔ پولیس بڑے آرام سے ہمیں قتل کے جرم میں گرفتار کر لے گی اور ہو سکتا ہے ہمیں پھانسی دے دی جائے۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" الفریڈ نے پوچھا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اس بھوت کو ریڈیو کی لہروں کے ذریعے قابو میں کر کے اس سے بنک آف لندن میں ڈاکا ڈلوانا چاہیے، تاکہ ہمارے پاس دولت آ جائے اور ہم یہاں سے فرار ہو کر آسٹریلیا چلے جائیں۔ وہاں باقی زندگی چین سے بسر کریں گے۔"

"خیال تو بڑا اچھا ہے، مگر اس بھوت کی کھوپڑی میں ریڈیو ٹرانسسٹر کون فِٹ کرے گا؟ ریڈیو ٹرانسسٹر کے بغیر ہم اس بھوت کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔"

فرینک نے کہا "یہ کام بھی ہو جائے گا۔ پہلے تو بھوت کو لندن میں تلاش کرنا ہے کہ وہ کس جگہ چھپا ہوا ہے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس اور فوج اُسے راکٹ یا

نیپام بم مار کر ہلاک کر ڈالے۔ گولی تو اُس پر اثر نہ کرے گی مگر آگ سے وہ ضرور جل جائے گا۔"

ڈاکٹر فرینک نے کہا "میں نے اُس کی جلد میں ایسا مسالا لگا دیا ہے کہ وہ آگ کے اندر بھی ایک گھنٹے تک زندہ رہ سکتا ہے۔ ایک گھنٹے کے بعد آگ اُسے جلا ڈالے گی۔ مگر اتنے عرصے میں اُس کو آگ سے نکالا جا سکتا ہے۔"

"بہت خُوب! تم نے اچّھا کیا، ڈاکٹر فرینک۔ اب ہمیں اپنے بھُوت کی تلاش شروع کر دینی چاہیے۔"

"آؤ، سب سے پہلے اُسے لندن کے شمالی علاقے کے جنگل میں جا کر تلاش کرتے ہیں۔"

"آؤ، چلو۔"

دونوں دوست کمرے سے نکل کر باہر سڑک پر آ گئے۔ انھوں نے اپنے حُلیے کافی تبدیل کر لیے تھے۔ وہ ایک بس میں سوار ہو کر سیدھے شمالی جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

حاتم طائی ناشتا کر کے اپنے فلیٹ سے نکلا اور پکاڈلی سرکس میں آ گیا۔ یہ لندن کا سب سے پُرشور اور گنجان چوک ہے۔ اس نے صبح کے تقریباً سارے اخبار

دیکھے تھے۔ ہر اخبار کے پہلے صفحے پر بھوت کی داستان
لکھی ہوئی تھی اور ڈاکٹر الفریڈ اور فرینک کے تصویری
خاکے بھی چھپے تھے، جو اُن سے کچھ کچھ ملتے جُلتے تھے۔
اچانک ایک فقیر نے اپنا ہیٹ حاتم کے آگے بڑھا
کر کہا "خیرات، مسٹر"
حاتم بہت سخی تھا۔ اُس نے جیب میں ہاتھ ڈالا
اور جو اُس کے ہاتھ میں آیا، فقیر کے ہیٹ میں ڈال دیا
فقیر نے آنکھ دبا کر کہا:
"میرے ساتھ آؤ۔ مجھ سے دس قدم کے فاصلے پر
رہنا، اور خبردار! راستے میں مجھ سے بات کرنے کی کوشش
نہ کرنا"
حاتم کچھ چونک سا گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کون شخص
ہے جو ابھی تو بڑی عاجزی سے بھیک مانگ رہا تھا ا
اب ایک دم اُس کو کسی جاسوس کی طرح ہدایتیں دے
رہا ہے۔ بہر حال، حاتم نے دس قدم کا فاصلہ رکھ کر
فقیر کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ فقیر آگے آگے
چلا جا رہا تھا اور حاتم اس کے پیچھے پیچھے تھا۔
فقیر کئی بازاروں میں گیا۔ پھر ٹریفالگر سکوئر میں آ
جہاں لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔ وہ تھوڑی دُور چلنے کے

بعد رُک جاتا اور یوں عمارتوں کو دیکھنا شروع کر دیتا جیسے کسی سیاح کا گائیڈ ہو۔ جب اُسے اطمینان ہو جاتا کہ حاتم اس کے پیچھے چلا آ رہا ہے تو آگے روانہ ہو جاتا۔

اسی طرح دیر تک شہر کے مُختلف علاقوں میں گھمانے پھرانے کے بعد فقیر ایک جگہ رُک گیا۔

یہ جگہ اِنتہائی گندی اور بوسیدہ تھی۔ ایک چھتی ہوئی ڈیوڑھی میں جا کر فقیر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے اِشارے سے حاتم کو ڈیوڑھی میں بُلا لیا۔

"سُنو! میں جانتا ہوں تم حاتم طائی ہو!"

"لیکن تم کون ہو، اور مُجھے یہاں کس لیے لائے ہو؟"

فقیر نے کہا "میری بات غور سے سُنو! میں انگریز نہیں، شامی عرب ہوں اور تنظیم آزادئ فلسطین کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اسلام اور فلسطینی مسلمانوں کے لیے میں نے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے۔ یہودی میرے خُون کے پیاسے ہیں۔"

حاتم نے کہا "تم سے مل کر مجھے بڑی خُوشی ہوئی ہے۔ مگر میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

عرب جاسُوس نے کہا "تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے یہاں میں تمھاری مدد کرنے آیا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ

لیلیٰ کس جگہ قید ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟"

عرب جاسوس نے ڈیوڑھی میں تیز عُقابی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ جب اُسے یقین ہو گیا کہ اُن کی باتیں کوئی نہیں سُن رہا ہے تو اُس نے کہا:

"میں صرف جاسوسی کر سکتا ہوں۔ لیلیٰ کو یہودیوں کے شکنجے سے نہیں نکال سکتا۔ کیوں کہ وہ لوگ تعداد میں زیادہ ہیں۔ اُن کے پاس جدید قِسم کا اسلحہ ہے اور وہ بڑی خطرناک جگہ پر رہتے ہیں۔ میں نے تنظیم آزادئ فلسطین کے محکمۂ جاسوسی کو اِطلاع کر دی ہے۔ وہ لوگ بھی لیلیٰ کو آزاد کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ صرف تم ہی لیلیٰ کو وہاں سے نکال سکتے ہو، کیوں کہ تمھاری جان کو کسی قِسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

حاتم نے کہا "یہ تو تم دُرست کہہ رہے ہو، مگر اب جلدی سے بتاؤ کہ لیلیٰ کو اِسرائیلی کمانڈوز نے کس جگہ قید کر رکھا ہے؟"

"ٹاور آف لندن کا نام تم نے سُنا ہے؟"

حاتم طائی نے کہا "میں نے تو ٹاور آف لندن کی سیر

بھی کی ہے۔ وہ شہر کے سب سے بڑے پُل لندن برج کے اُوپر ہے اور وہاں انگریز بادشاہوں کے قیمتی جواہرات اور تاج رکھے ہوئے ہیں"

"ہاں" عرب جاسوس نے کہا "تم ٹھیک سمجھے لیکن اسی ٹاور آف لندن کے نیچے، دریا کے پہلو میں، ایک سُرنگ ہے۔ اُس سُرنگ کے اندر ایک تہہ خانہ ہے، جہاں انگریز بادشاہ اپنے دشمنوں کے سر قلم کروایا کرتے تھے۔ اسی تہہ خانے میں اسرائیلیوں نے لیلےٰ کو قید کر رکھا ہے اور وہ اُس سے دستاویز پر دستخط کروانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم کسی طرح اُس تہہ خانے میں پہنچ کر لیلیٰ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرو۔ تم ہی یہ کام کر سکتے ہو"

حاتم نے کہا "میں لیلےٰ کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اُسے وہاں سے نکال کر کہاں پہنچانا ہوگا"

عرب جاسوس نے کہا "لیلیٰ جانتی ہے کہ اُسے کس جگہ پہنچنا ہے۔ لندن شہر میں فلسطینی تنظیم کے ٹھکانے سے وہ واقف ہے۔ وہ تمہیں خود بتا دے گی کہ اُسے کہاں پہنچایا جائے۔ اچھا، اب میں جاتا ہوں"

اِتنا کہہ کر عرب جاسوس تیز تیز قدموں سے باہر نکلا اور لوگوں کے ہجوم میں غائب ہو گیا۔ حاتم طائی کچھ دیر ڈیوڑھی میں کھڑا سوچتا رہا کہ اُسے اپنی خطرناک مہم کو کہاں سے شروع کرنا چاہیے۔ پھر کچھ سوچ کر وہ شہر کے سب سے پُر رونق بازار ریجنٹ سٹریٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ریجنٹ سٹریٹ لندن کا بڑا شاندار بازار ہے اور یہاں کی دکانیں خوب صورتی اور چمک دمک میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ حاتم طائی کے پاس اس وقت کریمہ کے دیئے ہوئے پیسوں میں سے صرف پچاس پونڈ باقی رہ گئے تھے۔ یہ اس کے لیے کافی رقم تھی۔ اس نے ایک دُکان میں جا کر بارہ بور کا ایک ریوالور، ایک خنجر اور ایک ٹارچ خریدی۔ پھر وہاں سے نکل کر سیدھا اپنے ہوٹل میں آگیا۔ اس کے بریف کیس میں لندن کا نقشہ اور گائیڈ بک رکھی تھی۔ اُس نے گائیڈ بک نکال کر ٹاور آف لندن کے بارے میں پڑھنا شروع کیا۔ اُس کتاب میں سب کچھ لکھا تھا، مگر خفیہ سُرنگ کے بارے میں کہیں ایک لفظ بھی نہ تھا۔ حاتم نے کتاب بند کر دی اور آدھی رات کو ٹاور آف لندن کی سُرنگ تلاش کرنے کا فیصلہ کر کے سو گیا۔

دوپہر کو اُس نے کھانا کھایا اور لندن کے نقشے کا کچھ دیر مطالعہ کرنے کے بعد پھر سو گیا۔

ٹاور آف لندن

رات کا کھانا کھا کر حاتم طائی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ لندن کی روشنیاں اور رونق اپنے عُروج پر تھی۔ لوگوں کا ایک سیلاب تھا جو بہا جا رہا تھا۔ ان میں ہر مُلک کے لوگ دیکھے جا سکتے تھے۔ حاتم براؤن چمڑے کی جیکٹ، گرم جینز اور بند گلے کے موٹے اُونی سویٹر میں ملبُوس تھا۔ اس کی جیکٹ کی اندرونی جیب میں بارہ بور کا ریوالور تھا، جو گولیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کچھ فالتُو گولیاں دوسری جیب میں تھیں۔ ٹارچ پتلُون کی پیٹی میں، خنجر کے ساتھ، لگی تھی۔

شہر میں اس قدر روشنی تھی کہ آسمان دکھائی نہ دیتا تھا۔ یہ بالکل پتا نہیں چل رہا تھا کہ آسمان پر ستارے ہیں یا بادل چھائے ہوئے ہیں۔ حاتم نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ اُس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔
وہ چلتا گیا۔ پھر ایک چوک میں پہنچ کر ٹیکسی میں سوار

ہو گیا اور ٹیکسی والے کو دریائے ٹیمز کے سب سے بڑے پُل لندن برج کی طرف چلنے کو کہا۔

کوئی آدھ گھنٹے بعد وہ لندن برج کے شمال مغربی کنارے پر ٹیکسی سے اُتر گیا۔ دریا کے کنارے بڑے خوب صُورت چھوٹے چھوٹے چائے خانے اور کافی ہاؤس تھے۔ حاتم وقت گزارنا چاہتا تھا۔ وہ ایک چائے خانے میں جا کر بیٹھ گیا۔ ایک کونے میں کالے ہیٹ والا ایک پُر اسرار سا آدمی بھی آ کر بیٹھ گیا اور اپنا اخبار کھول کر پڑھنے لگا۔

حاتم جب سے اپنے ہوٹل کے فلیٹ سے نکلا تھا اُس نے محسُوس کیا تھا کہ یہ پُراسرار شخص اُس کا تعاقُب کر رہا ہے۔ اُس نے چائے منگوائی اور اخبار پڑھنے لگا۔ پُراسرار انگریز کبھی کبھی اخبار کے کونے کو ذرا سا ہٹا کر اطمینان کر لیتا تھا کہ حاتم بیٹھا ہوا ہے کہ نہیں۔

اس بات کو حاتم نے بھی محسُوس کر لیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ وہ اِس شخص سے چھُپ کر ٹاور آف لندن کے نیچے، پُل کی محرابوں میں، داخل ہو گا۔ وہ کافی دیر تک اُس چائے خانے میں بیٹھا رہا۔ پُر اَسرار انگریز بھی اپنی

جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ اب تو حاتم کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص اُسی کے لیے وہاں بیٹھا ہے۔

حاتم کا دماغ تیزی سے کوئی ایسی ترکیب سوچ رہا تھا کہ وہ پُراسرار آدمی کو دھوکا دے کر باہر نکل سکے۔ چائے خانے کا ایک ہی دروازہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پُر اسرار آدمی بہت ہی چالاک ہے۔ اُس نے ایک زبردست چال چلی اور حاتم کو وہاں سے نکلنے کا خود موقع دے دیا۔ وہ اچانک چائے کا بِل ادا کر کے اُٹھا اور باہر نکل گیا۔

حاتم نے سُکھ کا سانس لیا۔ اُس کی یہ غلطی تھی کہ اُس نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ کہیں انگریز جاسُوس نے کوئی جال تو نہیں پھیلایا۔ اُس نے جب اپنی طرف سے میدان صاف پایا تو بِل ادا کیا، اخبار میز پر رکھا، اور چائے خانے کے دروازے پر آ کر دائیں بائیں دیکھا۔ جب اُسے یقین ہو گیا کہ کوئی پُر اسرار آدمی آس پاس نہیں ہے تو تیزی سے نکل کر، آدھی رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

حاتم کا خیال تھا کہ اُسے کسی نے ہوٹل سے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔ لیکن یہ اُس کی بھُول تھی۔ پُراسرار

جاسوس ہوٹل کے سامنے ایک گلی کے نکڑ پر بجلی کے کھمبے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ جوں ہی حاتم باہر نکل کر ایک طرف روانہ ہوا، اُس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔

شہر سے باہر آسمان پر بادل صاف دکھائی دینے لگے تھے۔ موسم بڑا سرد ہو گیا تھا۔ آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ کسی وقت بھی بارش شروع ہو سکتی ہے۔

حاتم ٹاور آف لندن کے شمال مغربی کنارے پر آکر رُک گیا۔ یہاں دریا کی طرف سے بڑی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ پُل کی بتّیاں روشن تھیں، جن کا عکس دریا کے پانی میں چمک رہا تھا۔

ٹاور آف لندن کے چوکور بُرج کی بتّیاں بھی جل رہی تھیں۔ دریا کی محرابوں کے نیچے گہرا اندھیرا تھا۔ حاتم پُل کی محرابوں کو جانے والے ڈھلوان راستے کے اُوپر پتھر کے چھوٹے سے چبوترے کے پاس کھڑا یہ دیکھ رہا تھا کہ اُسے کوئی دیکھ تو نہیں رہا یا وہ پُر اسرار شخص اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ آس پاس اندھیرا تھا اور کوئی انسان نظر نہ آتا تھا۔

حاتم طائی کو یقین ہو گیا کہ جاسوس اُکتا کر واپس

چلا گیا ہے۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ پُل کے اِرد گِرد گہرا سناٹا تھا۔ شہر کی طرف سے ٹریفک کے شور کی ہلکی ہلکی آواز ضرور آ رہی تھی۔ حاتم نے اب وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور تیزی سے دریا کی ڈھلان اُترنے لگا۔ وہ نیچے، دریا کے کنارے سے، آکر پُل کے نیچے آ گیا۔ یہاں زمین گیلی تھی اور دریا کا پانی اندھیرے میں ہلکی آواز کے ساتھ بہہ رہا تھا۔

حاتم محراب کے پاس آکر وہ سُرنگ تلاش کرنے لگا جو ٹاور آف لندن کے نیچے جاتی تھی۔ وہ ایک گھنٹا اس سُرنگ کے راستے کو تلاش کرتا رہا۔ آخر کامیاب ہو گیا۔ ایک جگہ اُسے پانی کا پائپ دکھائی دیا، جو پُل کی محراب کے نیچے زمین کے اندر جا رہا تھا۔ اس پائپ میں سے پانی باہر گر رہا تھا۔ ظاہر ہے نیچے تہہ خانے میں موٹر لگی ہو گی جو گندے پانی کو دباؤ کے ذریعے باہر پھینک رہی تھی ورنہ یہاں پائپ لگانے کی کیا تُک تھی؟

حاتم طائی نے پائپ کے ساتھ ساتھ زمین کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ محراب کی دیوار میں ایک جگہ دراڑ سی پڑی تھی۔ حاتم نے اندھیرے میں ٹارچ جلا کر دیکھا۔ وہاں لکڑی کی ایک بڑی سی میخ گڑی تھی۔ حاتم نے اس

میخ کو باہر کھینچنے کی کوشش کی تو دیوار میں اُس مقام پر سے دراڑ چوڑی ہونا شروع ہو گئی۔

یہی وہ خفیہ راستہ تھا جو ٹاور آف لندن کے تہہ خانے کو جاتا تھا۔ حاتم سُرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ خدا جانے وہاں کس قسم کا مشینی نظام تھا کہ حاتم کے اندر داخل ہوتے ہی وہ دراڑ دوبارہ اُسی طرح آپس میں مل گئی۔

سُرنگ میں قبر ایسا اندھیرا تھا!

حاتم ٹارچ جلانے ہی والا تھا کہ اُس نے، اپنے پیچھے، دیوار کی دراڑ کے ایک بار پھر کُھلنے کی ہلکی ہلکی آواز سُنی۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ دیوار ویسے ہی کُھلی اور وہی پُراسرار انگریز جاسُوس، ہاتھ میں پستول لیے، سُرنگ میں داخل ہوا۔

حاتم اندھیرے میں تھا۔ جاسُوس نے دیوار بند کر دی۔ اب حاتم کو جاسُوس نظر نہیں آتا تھا۔ شاید اُس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ حاتم یہیں کہیں چُھپا ہوا ہے۔ وہ پستول لیے پُھونک پُھونک کر قدم رکھتا دیوار کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ وہ اُس سُرنگ کے سارے راستوں سے واقف تھا۔

حاتم اندھیرے میں خاموش کھڑا تھا کہ اچانک اُس شخص نے ریوالور کی ٹھنڈی نال حاتم کی کنپٹی سے لگا دی

اور کہا :

"خبردار ! اپنی جگہ سے ذرا بھی ہلے تو کھوپڑی اُڑا دُوں گا"

حاتم نے بڑے بھولپن سے کہا "مگر میرا قصُور کیا ہے ؟"

"یہاں کیا لینے آئے ہو ؟"

حاتم بولا "میں عرب سیّاح ہوں ۔ ٹاور آف لندن کی سیر کرنے آیا تھا"

انگریز جاسُوس نے کہا "ٹاور آف لندن تو اُوپر ہے ۔ تم اس سُرنگ میں کیا کر رہے ہو ؟"

حاتم کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا ۔ پھر بھی اُس شخص کو تسلّی دینے کی کوشش کی ، لیکن اُس نے جیب سے ہتھکڑی نکال کر حاتم کے ہاتھوں میں لگا دی ۔

پھر بولا :

"آگے آگے چلو !"

حاتم آگے آگے چل پڑا ۔ ایک طرح سے وہ خوش بھی تھا ۔ کم از کم اس طرح وہ بغیر کسی دِقّت کے اسرائیلی کمانڈوز کے تہہ خانے میں تو پہنچ جائے گا ۔

سُرنگ ایک طرف جاکر چوڑی ہو گئی ۔ پھر زینہ اُتر

کر ایک دروازہ آگیا جس کے آگے ایک شخص پہرا دے رہا تھا۔ اس کی صورت ہی بتا رہی تھی کہ وہ یہودی ہے۔ انگریز جاسوس نے اُس سے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ پہرے دار نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ جاسوس نے حاتم کو زور سے دھکا دیا۔ حاتم لڑکھڑا کر اندر گر پڑا۔

یہ ایک کشادہ تہہ خانہ تھا، جہاں سات اسرائیلی کمانڈوز کرسیوں پر بیٹھے سگار پی رہے تھے۔ اُنھوں نے لیلیٰ کو ایک شکنجے میں کس رکھا تھا اور ایک یہودی اس کے گالوں پر جلتا ہوا سگریٹ لگا رہا تھا۔ لیلیٰ کے مُنھ سے کبھی کبھی بے اختیار درد کی ہلکی سی چیخ نکل جاتی تھی، ورنہ وہ بڑی بہادری سے اس تکلیف کا مُقابلہ کر رہی تھی۔ انگریز جاسوس نے حاتم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ چھُپ کر یہاں پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ بھی فلسطینی گوریلا ہے۔"

اسرائیلی کمانڈوز کے چہرے وحشت ناک تھے، اُنھوں نے حاتم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ لیلیٰ نے بھی آنکھیں کھول کر حاتم پر نگاہ ڈالی اور اُسے افسوس ہوا کہ

اُس کا ایک اور ساتھی یہودیوں کی قید میں آ گیا ہے۔
ایک یہودی نے حاتم کو زور سے ٹھڈّا مار کر کہا "کون ہو تم ؟"
دوسرے نے حاتم کے سر پر رائفل کا بٹ مارا اور کہا "تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں ؟"
ان لوگوں کے افسر نے حاتم کی طرف اشارہ کر کے کہا "اسے لے جا کر قید میں ڈال دو۔ پہلے لیلیٰ سے نمٹ لیں، پھر اس کی خبر لیں گے۔"
یہودیوں نے حاتم کے پہلے تو لاتیں اور گھونسے مارے پھر اُسے دھکّے دیتے ہوئے ایک اور تہہ خانے میں لے جا کر بند کر دیا۔ حاتم کو اپنی فکر نہیں تھی۔ اُسے یہ لوگ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اُسے لیلیٰ کی فکر تھی۔ وہ لیلےٰ کو وہاں سے نکال کر لے جانا چاہتا تھا اور اس بات کا بھی اُسے خیال تھا کہ کہیں لیلےٰ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔
یہودی جاسوس لیلیٰ کو اذیت دیتے دیتے تنگ آ گئے، مگر اُس نے دستاویز پر دستخط نہ کیے۔ افسر نے کہا: "اسے لے جا کر بند کر دو۔ کل پھر کوشش کریں گے۔"

لیلیٰ بہت کمزور ہو گئی تھی ۔ اس کے گالوں پر جلتے ہوئے سگریٹ کے نشان پڑ گئے تھے ۔ دو یہودی اُسے اُٹھا کر ایک تہہ خانے میں لے گئے اور اُسے بند کر کے پہرا لگا دیا۔

اب سارے یہودی واپس تہہ خانے میں آ گئے اور سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے ! لیلیٰ مرنے کو تیار تھی ، مگر دستاویز پر دستخط کرنے کو تیار نہیں تھی ۔ آخر اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ کل بھی وہ اپنی ضد پر اڑی رہے تو اُسے گولی مار دی جائے اور اس کی لاش تنظیم آزادیٔ فلسطین کے لندن کے دفتر میں لے جا کر پھینک دی جائے ۔ گویا یہ رات لیلیٰ کی آخری رات تھی ۔

اب ہم لندن کے اُس پرانے پُل کی طرف آ رہے ہیں جہاں انسانی بھوت ایک غار میں چھپا بیٹھا تھا ۔ جب رات گہری ہو گئی تو وہ باہر نکلا اور دریا کے کنارے کنارے دوسرے پُل کی طرف چلنے لگا ۔ یہاں خاموشی تھی ، کیوں کہ اِس طرف بہت کم لوگ رات کو آتے ہیں ۔

انسانی بھوت لمبے لمبے ڈگ بھرتا ، جھومتا جھامتا ، لندن برج کے قریب آ گیا ۔ اُس نے ٹاور آف لندن کے اُوپر جلتی ہوئی روشنی کو دیکھا اور پھر ہوا میں اپنے دشمنوں

کی بُو سونگھنے کی کوشش کی۔ یہاں اُسے ہلکی سی بُو محسوس ہوئی تھی۔ اصل میں حاتم کی وجہ سے بھوت کو الفریڈ اور فرینک کی بُو آ رہی تھی، کیوں کہ حاتم ان دونوں سے کچھ دیر بات چیت کر چکا تھا۔

انسانی بھوت بُو کی کھوج میں آگے بڑھا اور ٹاور آف لندن والے پُل کے نیچے آ کر ایک جگہ رُک گیا۔ اُسے اس جگہ بہت زیادہ بُو محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک اُس کی نظر پُل کی محراب کی دراڑ پر پڑ گئی۔ اُس نے ناک دراڑ کے ساتھ لگا دی۔ بُو اس دراڑ میں سے آ رہی تھی۔

بھوت آہستہ سے غرّایا، دونوں ہاتھ اپنی چوڑی چھاتی پر مارے اور پھر دراڑ میں ہاتھ ڈال کر پتّھر کی سِل کو پرے ہٹا دیا۔ سِل ہٹ گئی تو وہاں شگاف بن گیا۔ بھوت اس میں داخل ہو کر سُرنگ میں آ گیا۔

سُرنگ میں اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دیتا تھا، مگر بھوت کی سفید آنکھوں سے جو روشنی کی شعاعیں نکل رہی تھیں، اُن کی مدد سے وہ بڑی آسانی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ سُرنگ میں آگے جا کر مُڑ گیا۔ یہاں چلتے چلتے

وہ ایک دم رکا۔ یہاں اُسے نہ صرف بُو زیادہ محسُوس ہونے لگی تھی بلکہ آدمیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں بھی سُنائی دے رہی تھیں۔ ایک غُرّاہٹ کی آواز بھُوت کے حلق سے نکلی اور وہ اُس طرف کو مُڑ گیا۔ جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں۔

یہاں سے اُس تہہ خانے کا دروازہ کوئی پندرہ قدم پر تھا جس کے اندر وہ ساتوں یہودی اور انگریز جاسوس ایک گول میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے لیلیٰ کو اگلی صُبح ہلاک کرنے اور لندن میں دُوسرے فلسطینی مُجاہدوں کو اِغوا کرنے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

انگریز جاسُوس سگار پی رہا تھا۔ سگار کا دُھواں اور خوش بُو دروازے سے باہر سُرنگ میں جا رہی تھی۔ اسی قِسم کا سِگار ڈاکٹر فرینک بھی پیتیا تھا۔ بھُوت نے پندرہ قدم کا فاصلہ تین قدموں میں طے کیا اور تہہ خانے کے دروازے کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔

انگریز جاسُوس حاتم کے گرفتار ہونے پر بڑا خوش تھا اور اسرائیلی حکومت سے کسی اِنعام کا اُمیدوار تھا۔ وہ یہودی افسر سے کہہ رہا تھا:

"میرا خیال ہے، اسرائیلی حکومت مجھے حاتم جیسے

عرب جاسوس کو گرفتار کروانے پر نقد انعام کے علاوہ تمغہ بھی ضرور دے گی۔"

افسر نے اپنی پیالی میں کافی اُنڈیلتے ہوئے جواب دیا "ضرور، ضرور۔ تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔"

ابھی یہ جملہ اُس کے منہ میں ہی تھا کہ اچانک اُس کے کان کھڑے ہو گئے "باہر کوئی ہے!"

یہ سُن کر وہ سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنے اپنے پستول نکال لیے۔ سب کی نظریں دروازے کی طرف تھیں۔ افسر نے سرگوشی میں کہا:

"میں پتا کرتا ہوں۔ پوزیشن سنبھال لو۔"

سب یہودی کرسیوں کے پیچھے پستول تان کر فرش پر لیٹ گئے۔ یہودی افسر، آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا، دروازے کی طرف بڑھا، لیکن انسانی بھوت نے اُسے دروازہ کھولنے کی زحمت ہی نہ دی۔ اُس نے ایک ہاتھ دروازے پر مارا تو وہ ٹوٹ کر فرش پر گر پڑا۔

اب جو اُن لوگوں نے، لالٹین کی روشنی میں، اپنے سامنے، ایک خوف ناک شکل والا اونچا، لمبا، بھیانک انسانی بھوت دیکھا تو وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹے اور ایک ساتھ سب

نے فائر کھول دیا۔ گولیاں بھوت کے جسم سے پار ہو کر دیوار سے ٹکرا رہی تھیں اور وہ برابر آگے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ اس کا پہلا شکار انگریز جاسوس تھا۔

یہ جاسوس دروازے کے پاس ہی کرسی کے پیچھے جھکا ریوالور سے فائرنگ کر رہا تھا کہ بھوت نے اس کے سر پر اس زور سے ہاتھ مارا کہ کھوپڑی دو ٹکڑے ہو گئی اور گردن سینے کے اندر آدھی دھنس گئی۔ یہودی افسر نے میز پر سے مشین گن اٹھا کر تڑا تڑ گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ بھوت نے ہاتھ بڑھا کر پہلے تو اس کے ہاتھ سے مشین گن لے کر اُسے توڑ مروڑ دیا، پھر اُس کی گردن پکڑ کر جھٹکا دیا۔

یہودی افسر کو مرنے کے لیے اتنا ہی جھٹکا کافی تھا۔ اس ایک ہی جھٹکے سے اُس کی گردن چار جگہوں سے ٹوٹ گئی تھی۔

اب دو یہودی کمانڈوز لمبے لمبے خنجر لے کر بھوت کی طرف بڑھے۔ انھوں نے اُچھل کر بھوت کے سینے پر خنجر کے بھرپور وار کیے، مگر خنجر بھوت کے سینے میں گھس کر اندر ہی رہ گئے۔ کیوں کہ بھوت نے ان دونوں یہودیوں کو پکڑ کر ہوا میں اُٹھایا اور زور سے زمین پر

دے مارا۔ دونوں کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ پھر نہ اُٹھ سکے۔

اب وہاں تین یہودی رہ گئے تھے۔ بھوت ٹوٹے ہوئے دروازے کے آگے کھڑا تھا۔ وہ لوگ باہر نہیں بھاگ سکتے تھے۔ بھوت آگے بڑھا تو ایک یہودی نے اُس کی ٹانگوں میں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی۔ بھوت نے ٹانگوں میں دبا کر اُس کا کچومر نکال دیا۔

ایک یہودی غش کھا کر فرش پر گر پڑا۔ آخری یہودی دیوار کے ساتھ لگا خوف سے کانپ رہا تھا۔ اُس نے زندگی میں اس قسم کا اِنسان نہیں دیکھا تھا۔ اس کو میز کے قریب ایک دستی بم پڑا دکھائی دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے انجام سے اتنا وحشت زدہ ہو گیا تھا کہ یہ بھی نہ سوچا کہ دستی بم کے پھٹنے سے اُس کے بھی پرخچے اُڑ جائیں گے۔ اُس نے لپک کر دستی بم اُٹھایا، دانتوں سے اُس کی پن نکالی اور پھر بھوت پر اُچھال دیا۔

اُس کا اور بھوت کا فاصلہ کوئی دو قدم کا تھا۔ بم ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ گرد و غبار کا بادل اُٹھا۔ جب یہ بادل چھٹا تو انسانی بھوت اپنی جگہ پر اُسی

طرح کھڑا تھا۔ دستی بم کے ٹکڑے اُس کے بدن سے نکل گئے تھے، لیکن بم پھینکنے والے یہودی کا کہیں نام نشان بھی نہ تھا۔ اُس کا جسم ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر گیا تھا۔ بم کے دھماکے سے وہ یہودی جاسوس بھی ہلاک ہو گیا تھا جو دہشت سے بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا تھا۔

اب بھوت اس بُو کے پیچھے پیچھے تہہ خانے سے نکل آیا جو حاتم کے جسم سے آ رہی تھی، اور جس کا تعلّق ڈاکٹر الفریڈ اور ڈاکٹر فرینک سے تھا۔

اُدھر لیلٰے اور حاتم نے اپنے اپنے تہہ خانے میں بم کا دھماکا سن لیا تھا اور وہ سوچ رہے تھے، یہ کیا مُعاملہ ہے! لیلٰے کا خیال تھا کہ اس کے ساتھیوں نے تہہ خانے پر حملہ کر دیا ہے اور اب وہ اُسے چھڑانے آئیں گے۔ حاتم کا خیال تھا کہ ان لوگوں کی آپس میں جنگ ہو گئی ہے۔

اتنے میں حاتم نے وہی خاص قِسم کی قدموں کی دھمک سُنی جو اُس نے پہلی بار بلیک برن کے پُر اسرار قلعے میں سُنی تھی۔ اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"تو کیا وہ بھوت یہاں بھی پہنچ گیا ہے!" حاتم

کے مُنھ سے اپنے آپ نکل گیا۔

اُسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اس بھوت نے تمام یہودی جاسوسوں کو ہلاک کر دیا ہو گا۔ لیکن اب اُسے لیلیٰ کی فکر تھی۔ کم بخت یہ بھوت لیلیٰ کو کہیں ہلاک نہ کر دے!

بھاری بھاری قدموں کی دھمک حاتم طائی کے تہہ خانے کی طرف چلی آ رہی تھی۔ حاتم نے سکون کا سانس لیا۔ چلو، یہ بھی غنیمت ہے کہ اس بھوت کا رُخ لیلےٰ کی کوٹھڑی کی طرف نہیں ہوا۔ وہ بھوت کے استقبال کے لیے تیّار ہو گیا۔ اگر کہیں بھوت لیلیٰ کی طرف چلا جاتا تو پھر اُسے درد ناک موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

بھوت اب حاتم کے تہہ خانے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یہاں جو یہودی جاسوس پہرا دے رہا تھا، وہ اُس سے پہلے ہی فائرنگ کی آواز سُن کر، اور پھر اپنے ساتھیوں کا بھوت کے ہاتھوں انجام دیکھ کر، دوسرے پہرے داروں کے ساتھ وہاں سے رفو چکر ہو چکا تھا، ورنہ ان سب کی موت بھی یقینی تھی۔

لیلیٰ کی کوٹھڑی یہاں سے آگے تھی ۔ دونوں تہہ خانوں کے دروازوں پر باہر تالے پڑے تھے ۔ اچانک حاتم کے تہہ خانے کا دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا ۔ حاتم نے دیکھا کہ وہی ڈراؤنی صورت والا انسانی بھوت سامنے کھڑا اُسے اپنی سفید آنکھوں سے تک رہا ہے ۔ اندھیرے میں اُس کی آنکھوں سے سفید سفید کرنیں سی پھوٹ رہی تھیں ۔ حاتم اس سے بھاگنا نہیں چاہتا تھا ۔ وہ اُسے وہاں سے بھگانا چاہتا تھا تاکہ وہ لیلیٰ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے ۔

بھوت نے آگے بڑھ کر حاتم کے سر پر زور سے ہاتھ مارا ۔ حاتم پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ وہ اپنی جگہ کھڑا رہا ۔ اب حاتم کے حملہ کرنے کی باری تھی ۔ وہ سوچنے لگا کہ اس بھوت کو کس طرح یہاں سے بھگایا جا سکتا ہے ۔

بھوت نے دوسری بار حاتم کو اُٹھا کر ، پوری طاقت سے ، فرش پر دے مارا ، اور پھر اُس پر اپنا پاؤں رکھ کر مسل دیا ۔ حاتم اُس کے پاؤں کے نیچے چٹان کے ٹکڑے کی طرح پڑا تھا اور اُس پر ذرا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا ۔ اچانک وہ تیزی سے اُچھل کر بھوت کے پاؤں کے نیچے سے نکل آیا ، اور اُسی وقت اس

کی نظر کونے میں جلتی ہوئی لالٹین پر پڑی۔
حاتم کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔
وہ لپک کر کونے میں گیا اور لالٹین کی چمنی اُتار کر پھینک دی۔ پھر جیب سے رُومال نکال کر اس کی رسّی بنائی اور اس کے سرے کو آگ لگا دی۔ اس جلتی ہوئی رسّی کو اُس نے بھُوت کی طرف اُچھالنا شروع کیا۔
آگ دیکھ کر بھُوت ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ حاتم جلتا ہوا رُومال لیے اُس کی طرف قدم قدم بڑھ رہا تھا۔ بھُوت صرف آگ سے خوف کھاتا تھا۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور اُس نے آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ حاتم نے شُعلہ بھُوت کے مُنہ کے آگے کر دیا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ حاتم اُسے اسی طرح پیچھے ہٹاتا ہوا تہہ خانے سے باہر سُرنگ میں لے آیا۔ بھُوت غُصّے سے غُرّا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ آگ سے خوف زدہ ہو کر پیچھے بھی ہٹتا جا رہا تھا۔
یُوں حاتم بھُوت کو سُرنگ کے مُنہ تک لے آیا۔ اس جگہ پہنچ کر حاتم نے زمین پر سے خشک گھاس کا ایک گولا اُٹھا کر اُسے آگ لگائی اور بھُوت پر پھینک

دیا۔ گھاس کا جلتا ہوا گولا بھوت پر گرا تو وہ چیختا چلاتا باہر کو بھاگ گیا۔

حاتم تیزی سے لیلیٰ کے تہہ خانے کی طرف آیا۔ اس نے تہہ خانے کا تالا توڑ کر اُسے باہر نکالا اور کہا :

"لیلیٰ بہن، میرا نام حاتم طائی ہے۔ میں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ آؤ، میرے ساتھ۔ ہم اب فرار ہو سکتے ہیں۔ دشمن ختم کر دیا گیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ گولیوں کی آوازیں، بم کا دھماکا، اور پھر کسی جانور کے غرّانے کی آوازیں! یہ سب کچھ کیا تھا؟"

حاتم طائی نے کہا "پہلے یہاں سے نکلو۔ یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔"

اور حاتم لیلیٰ کو لے کر سُرنگ سے باہر آ گیا

آگ ہی آگ

لندن میں رات ڈھل رہی تھی۔

حاتم نے سُرنگ سے باہر آکر لیلےٰ کو ساتھ لیا اور دریا کے پُل کے نیچے سے نکل کر اُوپر سڑک پر آگیا۔ سڑک پر کوئی ٹریفک نہ تھی۔ دکانیں بند تھیں، بادل چھائے ہوئے تھے، لیکن ابھی بارش نہیں ہوئی تھی۔ دریا کی طرف سے ہلکی ہلکی دُھند اُٹھ رہی تھی۔ یہاں آکر حاتم نے لیلےٰ سے پُوچھا:

"اب بتاؤ، میں تمھیں کہاں چھوڑدوں؟"

لیلےٰ کئی دنوں کی اذیّت کے بعد پہلی بار تازہ ہوا میں آئی تھی۔ اس نے کہا "سب سے پہلے تو مجھے چائے کے ساتھ کچھ کھانے کی ضرورت ہے۔"

لندن برج سے اُوپر کی طرف ذرا دُور جائیں تو بائیں ہاتھ کو ایک بازار ٹریفالگر سکوئر کی طرف جاتا ہے۔ اس بازار میں ایک ریستوران رات بھر کھلا رہتا ہے۔ حاتم نے

ریستوران میں جا کر لیلیٰ کو چائے پلائی اور برگر کھلائے۔
خود بھی اُس نے بہی کچھ کھایا۔ پھر اُس نے کہا:
"اب میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"
لیلیٰ نے شکر گزار نگاہوں سے حاتم کو دیکھا اور
کہا "میں نے کتابوں میں تمہاری سخاوت اور انسانوں سے
ہمدردی اور اُن کے دُکھ میں کام آنے کے واقعات
پڑھے تھے۔ تم واقعی حاتم طائی ہو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ
وہ کیا شے تھی جس نے ان سب اسرائیلیوں کو ہلاک
کر ڈالا اور جس کی آواز شیر کی غُرّاہٹ سے ملتی تھی؟"
حاتم نے کہا "لیلیٰ بہن، تم یہ باتیں نہ پُوچھو تو بہتر
ہے، اس لیے کہ اب ان کا تم سے کوئی تعلّق نہیں
رہا۔ تم یہودیوں کی قید سے آزاد ہو چکی ہو۔ میں تمہاری
تلاش میں اسرائیل کے دارالحکومت تک گیا تھا۔ خُدا کا شکر
ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ میرا خیال ہے
اب تمہیں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیے۔ کہیں تم کسی اور
مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔"
لیلیٰ نے کہا "مجھے تم لندن کے ویسٹ انڈ کے
علاقے میں چھوڑ آؤ۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ
جاؤں گی۔ ٹھہرو، میں انھیں فون کیے دیتی ہوں۔"

لیلیٰ نے ابھی ریستوران سے اپنے ساتھیوں کو فون کر دیا۔ وہ لوگ لیلیٰ کی رہائی پر بڑے خوش ہوئے۔ حاتم نے ریستوران سے باہر آ کر ٹیکسی لی اور لیلیٰ کو لے کر لندن کے ویسٹ انڈ کے علاقے میں آ گیا۔ یہاں ایک زیرِ زمین فلیٹ تھا جس میں فلسطینی مُجاہدین کا خفیہ دفتر تھا۔

ٹیکسی اس علاقے میں پہنچی تو فلسطینی مُجاہدین پہلے ہی سے لیلیٰ اور حاتم کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے دونوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ لوگ حاتم کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے مگر حاتم کو انسانی بھوت کی فکر تھی کہ کہیں لندن میں تباہی نہ مچاتا پھرے۔ اُس نے لیلیٰ کو مُجاہدین کے حوالے کیا اور خود ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل واپس آ گیا۔ وہ دوپہر تک سویا رہا۔ پھر دوپہر کا کھانا کھا کر نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے اور لندن برج کی طرف آ گیا۔

دن بڑا سرد اور بوجھل بوجھل سا تھا۔ آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ نہ بارش ہوتی تھی، نہ بادل ہٹتے تھے۔ ہڈیوں کو جما دینے والی ہوا چل رہی تھی۔ حاتم پر اگرچہ موسم کا زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا، پھر بھی وہ لندن کی

سردی سے تنگ آ گیا تھا۔ جیکٹ، سویٹر اور گلے میں
مفلر لپیٹے وہ لندن برج کے اُوپر کھڑا نیچے دیکھ رہا تھا۔
دریا سست رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ کچھ بچے
اپنی ماؤں کے ساتھ دریا کنارے گھاس پر کھیل رہے
تھے۔ اُوپر سڑک پر سُرخ رنگ کی دو منزلہ بسیں
چلی جا رہی تھی۔

پُل کے نیچے، محراب کے پاس، وہ جگہ سُنسان
تھی جہاں سے ٹاور آف لندن کی زمین دوز سُرنگ
میں راستہ جاتا تھا اور جس کے اندر کل رات قیامت کی
فائرنگ ہوئی تھی اور جہاں ایک تہہ خانے میں سات
اسرائیلی جاسوسوں اور ایک انگریز جاسوس کی لاش ابھی
تک پڑی تھی۔ لیکن حاتم کے خیال میں لندن میں
یہودی کمانڈو اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو اُٹھا کر
لے جا چکے تھے اور اب وہ لیلیٰ اور حاتم کی تلاش
میں ہوں گے۔

لیلیٰ تو اب اُن کی پہنچ سے باہر، محفوظ مقام پر
پہنچ چکی تھی اور حاتم کو اُن کا باپ بھی ہاتھ نہیں
لگا سکتا تھا۔ کچھ دیر دریا میں تکتے رہنے کے بعد
حاتم ڈھلان سے اُتر کر دریا کے دلدلی کنارے پر

آ گیا۔ وہ انسانی بھوت کے پیروں کے نشان سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ سُرنگ سے نکل کر کدھر گیا ہے۔

دلدل پر اتنے پیروں کے نشان تھے کہ حاتم کے لیے بھُوت کے پاؤں کے نشان تلاش کرنا مشکل تھا۔ یہ سب اُن لوگوں کے پاؤں کے نشان تھے جو صُبح صُبح دریا کے پُل کے نیچے مچھلیاں پکڑنے آتے ہیں۔

حاتم کچھ دیر دریا کے کنارے ٹہلتا رہا، اور سوچتا رہا کہ انسانی بھُوت یہاں سے کس طرف گیا ہو گا۔ اتنا اُسے معلوم تھا کہ بھُوت اپنے بنانے والے ڈاکٹروں کی تلاش میں ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ الفریڈ اور ڈاکٹر فرینک کہاں ہیں تو پھر بھُوت کو بھی ڈھونڈا جا سکتا ہے۔

لندن میں اُس روز کے اخباروں میں بھی انسانی بھُوت کی خبریں چھپی تھیں۔ لندن کے با اثر افراد نے حکومت سے مُطالبہ کیا تھا کہ انسانی بھُوت کو پکڑ کر ہلاک کیا جائے اور مرنے والوں کے رشتے داروں کو بھاری رقم ادا کی جائے۔ لندن کی پولیس اور

سکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس بھی شہر کے چپے چپے میں گھوم پھر کر انسانی بھوت کی ٹوہ میں تھے۔

یہودی جاسوس زمین دوز ٹھکانے سے اپنے ساتھیوں کی لاشیں اُٹھا کر لے گئے تھے۔ اُن کے اُن ساتھیوں نے انسانی بھوت کی کہانی بھی اپنے ساتھیوں کو سُنائی تھی جو بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مگر چوں کہ ان کی اپنی تنظیم بہت خُفیہ تھی، اس لیے وہ کسی سے اس کا ذکر نہیں کر سکتے تھے۔ یہودی تنظیم نے اپنے خاص جاسوس ڈیوڈ کو حاتم کے پیچھے یہ حکم دے کر لگایا تھا کہ وہ جہاں نظر آ جائے، اُسے فوراً ہلاک کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے جاسوس ڈیوڈ کو ایک موت کا سگار دیا گیا تھا۔

اس سگار کے درمیان میں ایک ننھا سا پستول چھپا ہوا تھا، جس میں زہر بھرا تھا۔ سگار سُلگانے کے بعد جب اُس کو درمیان میں سے دبایا جاتا تو پستول چل جاتا اور سگار کے آگے سے زہر کی پچکاری نکل کر سامنے والے آدمی کے جسم پر پڑتی۔ یہ زہر اس قدر خطرناک تھا کہ جسم پر اس کا ایک قطرہ پڑ جانے سے ہی انسان کی موت واقع ہو سکتی تھی۔

یہودی جاسوس ڈیوڈ لندن برج کے آس پاس ہی منڈلا رہا تھا کہ شام سے ذرا پہلے اُس نے حاتم کو دیکھ لیا۔ اس کی ایک تصویر، جو یہودی جاسوسوں نے اُتاری تھی، جاسوس ڈیوڈ کو دے دی گئی تھی۔

حاتم جس وقت دریائے ٹیمز کے کنارے ٹہل رہا تھا تو جاسوس ڈیوڈ نے اُسے پُل کے اُوپر کھڑے ہو کر دُور بین سے دیکھا۔ پھر اُس نے جیب سے تصویر نکال کر دیکھی۔ یہی حاتم تھا۔ وہ پُل سے نیچے اُتر آیا اور حاتم کی طرف چلا۔ اِس دوران میں حاتم دریا کی چڑھائی چڑھ کر اُوپر سڑک پر آ گیا تھا۔

حاتم نے سوچا کہ شہر کے شِمالی علاقے والے جنگل میں جا کر اِنسانی بھُوت کو تلاش کرنا چاہیے۔ یہ خیال اُسے بہت مناسب معلُوم ہوا۔ حاتم نے ٹیکسی رُکوائی اور اس میں بیٹھ کر شِمالی جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہودی جاسوس برابر حاتم کا پیچھا کر رہا تھا۔

جُوں ہی حاتم نے ٹیکسی رُکوائی، یہودی جاسوس نے بھی پیچھے سے آنے والی ٹیکسی کو اِشارہ کر کے روکا اور اس میں سوار ہو کر ڈرائیور سے کہا:

"آگے والی ٹیکسی کا پیچھا کرو۔"

ڈرائیور نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ وہ یہی سمجھا کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کا کوئی جاسوس ہے۔ لندن میں اس قسم کے تعاقب ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اُس نے اپنی ٹیکسی آگے والی ٹیکسی کے پیچھے لگا دی۔

حاتم نے شمالی علاقے میں، جہاں سے جنگل شروع ہوتا تھا، ٹیکسی چھوڑ دی۔ وہ پتھروں کے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے پُل پر کھڑا سامنے پھیلے ہوئے برج کے درختوں کے جنگل کو دیکھ رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس جنگل کے اندر وہ دونوں شیطان ڈاکٹر موجود ہیں اور انسانی بھوت بھی ضرور یہیں کہیں اُن کی تلاش میں چکّر کاٹ رہا ہو گا۔

حاتم جنگل میں داخل ہو گیا۔ یہ افریقہ کے جنگلوں کی طرح کا کوئی خطرناک جنگل نہ تھا، لیکن گھنی جھاڑیاں بہت تھیں اور درختوں پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ حاتم آگے بڑھتا گیا۔ کچھ فاصلے پر اُسے، درختوں کے بیچ میں، ایک مکان نظر آیا جس کی ڈھلوان چھت پر درختوں نے سایہ کر رکھا تھا۔

یہ مکان ویران تھا۔ اس کے کمرے اُجاڑ پڑے تھے اور لکڑی کے فرش بھی جگہ جگہ سے ٹوٹے ہوئے

تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں ایک عرصے سے کوئی نہیں رہ رہا۔ اب سرد ہوا چلنے لگی تھی۔ اوپر والی منزل کے کسی کمرے سے دروازے کے چرچرانے کی آواز آ رہی تھی، جیسے دروازہ ہوا سے آگے پیچھے جھول رہا ہو۔ حاتم آہستہ آہستہ، سیڑھیوں پر چڑھ کر، دوسری منزل میں آ گیا۔ یہ منزل بھی نیچے والی منزل کی طرح ویران پڑی تھی۔ چھت میں جالے لٹک رہے تھے۔ پلنگ اور کرسیوں پر گرد جمی ہوئی تھی۔

اچانک حاتم چونک اُٹھا۔ اُس نے گرد آلود فرش پر پاؤں کے بڑے بڑے نشان دیکھے۔ یہ انسانی پاؤں کے نشان تھے، مگر عام پاؤں سے چار گنا بڑے تھے۔ حاتم سمجھ گیا کہ اِنسانی بھوت اسی گھر میں ہے اور کسی جگہ چھپا ہوا ہے۔

وہ یہ سوچ کر قدموں کے نشانوں پر آگے بڑھا۔ یہ نشان دوسری سیڑھی سے نیچے اُتر کر جنگل کی طرف چلے گئے تھے۔ حاتم مکان کے پچھلے دروازے کے باہر ایک اُجاڑ باغیچے کے پاس کھڑا، بھوت کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کی کھوپڑی پر پستول کی ٹھنڈی نال لگا دی اور کہا:

"جیسے کھڑے ہو، ویسے ہی کھڑے رہو۔ خبردار! ہلے جلے تو گولی چلا دوں گا!"

حاتم سمجھ گیا کہ یہ کوئی اسرائیلی کمانڈو ہے جو اُسے گرفتار کرنے آیا ہے۔ حاتم نے کہا:

"تم بے وقوف ہو۔ مجھے پکڑ لے کے بجائے اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ جس بھوت نے تمہارے کمانڈو ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے، وہ اسی جنگل میں موجود ہے۔"

یہ وہی اسرائیلی جاسوس تھا جو حاتم کا تعاقب کر رہا تھا۔ اُس نے حاتم کے ہاتھ پیچھے کر کے ہتھکڑی لگا دی، پھر سامنے آ کر بولا:

"میں تمہاری کسی چال میں نہیں آؤں گا۔ سیدھی طرح میرے آگے آگے چلو!"

حاتم نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے اس کے آگے آگے چل پڑا۔ وہ ابھی جنگل سے نکلے نہیں تھے کہ، درختوں میں، کچھ فاصلے پر ایک دہشت ناک چیخ بلند ہوئی۔ یہ چیخ انسانی بھوت کی تھی۔ جاسوس نے دور درختوں کے جھنڈ کی طرف دیکھا اور اپنے آپ سے بولا:

"کوئی ریچھ ہے، شاید"
حاتم نے کہا "ابھی تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ فکر نہ کرو"

جاسوس نے حاتم کی کھوپڑی پر پستول کا دستہ مار کر کہا "خاموش رہو! زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں"

حاتم خاموشی سے چلتا گیا۔ جاسوس پستول ہاتھ میں لیے اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ درختوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ اچانک درختوں کی شاخیں ٹوٹنے کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ حاتم سمجھ گیا کہ انسانی بھوت اُس کی بُو پر چلا آ رہا ہے۔ اس کے باوجود اُس نے جاسوس سے اِنسانی ہمدردی کے خیال سے کہا کہ وہ بھاگ جائے اور اپنی جان بچا لے۔ مگر وہ بڑا ضِدّی تھا۔ ویسے بھی اس کی موت کا وقت پُورا ہو گیا تھا۔ اس نے دوسری بار حاتم کے سر پر پستول کا دستہ مار کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ اگر اب بولے تو گولی چلا دوں گا"

ابھی آخری لفظ اس کے مُنھ ہی میں تھا کہ پیچھے ایک ہیبت ناک چیخ بلند ہوئی۔ انسانی بھوت اُن کے

سر پر آن پہنچا تھا۔ حاتم نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اسرائیلی جاسوس سناٹے میں آگیا تھا، کیوں کہ وہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی بلا اُس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔

اسرائیلی جاسوس نے اُوپر تلے تین گولیاں اِنسانی بھوت پر فائر کر دیں۔ دھماکے ہوئے اور گولیاں پستول سے نکل کر بھوت کے جسم میں سُوراخ کر کے نکل گئیں، مگر بھوت اپنی جگہ سے ذرا نہ ہلا۔

اِسرائیلی جاسوس نے تین اور فائر کر دیے۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے اندھا دُھند گولیاں چلا رہا تھا۔ لیکن آخر کب تک؟ بھوت نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ پھیلایا تو اسرائیلی جاسوس بھاگنے کی کوشش میں ایک درخت سے ٹکرا کر گر پڑا۔ بھوت نے جُھک کر اُسے اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ کچھ دیر وہ اُس کو ہاتھ پاؤں مارتے اور چیختے دیکھتا رہا۔ پھر اُسے زور سے ایک درخت پر دے مارا۔ اسرائیلی جاسوس کی کھوپڑی کھل گئی اور وہ بے جان تنکے کی طرح گھاس پر گر پڑا۔

بھوت نے حاتم کو کچھ نہ کہا اور جنگل کے اندر چلا گیا، کیوں کہ اُسے حاتم کے بجائے اپنے اصل دشمن

ڈاکٹر الفریڈ اور فرینک کی بُو آ رہی تھی ۔ وہ دونوں اسی جنگل میں ایک جھونپڑی میں چھُپے بھُوت کا انتظار کر رہے تھے ۔ بھُوت اُن کی بُو سُونگھتا ہوا آگے آگے چل رہا تھا اور حاتم اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔

اِدھر جھونپڑی میں الفریڈ اور فرینک نے انسانی بھُوت کو قابُو میں کر کے اس کی کھوپڑی میں ریڈیو ٹرانسسٹر لگانے کا انتظام کر رکھا تھا ۔ اُنھوں نے جھونپڑی کے آگے ایک کافی گہرا کنواں کھود کر اُسے گھاس سے ڈھک دیا تھا تاکہ انسانی بھُوت اس میں گر جائے اور پھر وہ اس کی کھوپڑی میں ٹرانسسٹر لگانے کی کوشش کریں۔ وہ جھونپڑی کی چھوٹی سی کھڑکی سے لگے جنگل پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔

اچانک انھیں بھُوت ، درختوں کے نیچے ، جھونپڑی کی طرف آتا دکھائی دیا !

" وہ آ گیا ! اِدھر ہی آ رہا ہے !" الفریڈ نے خوش ہو کر کہا ۔

فرینک نے دُور بین سے بھُوت کو دیکھا ۔ وہ جھُومتا جھامتا ، جھاڑیوں کو مسلتا ، درختوں کی شاخوں کو توڑتا ، غصّے کے عالم میں جھونپڑے کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ الفریڈ اور

فرینک بڑے جوش میں تھے۔ اُنھوں نے اس بھُوت کو اپنے کنٹرول میں کر کے اُس سے بڑے بڑے کام لینے کا اِرادہ کر رکھا تھا۔ وہ پُورے یورپ پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ آج انھیں، اپنے خواب پُورے ہوتے نظر آ رہے تھے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

بھُوت جھونپڑے کے آگے خُفیہ گڑھے کے قریب آتے آتے دوسری طرف گھُوم گیا۔ الفریڈ اور فرینک نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اب کیا ہو گا؟" الفریڈ نے کہا۔

"ہم اسے گھیر کر اِدھر لانے کی کوشش کریں گے۔"

مگر یہ ان کا احمقانہ خیال تھا۔ اس بھُوت کو اُن دونوں نے ہی بنایا تھا، مگر وہ اس کی تباہ کُن طاقت سے ابھی تک بے خبر تھے۔ حاتم درختوں کے پیچھے کھڑا یہ سارا تماشا دیکھ رہا۔ اچانک اُسے جھونپڑی کی جانب سے پہلے پستول کی گولیوں اور پھر انسانی چیخ کی آواز سُنائی دی۔

وہ سمجھ گیا کہ بھُوت نے اپنا انتقام لینا شروع کر دیا ہے۔ وہ جھونپڑی کی طرف بھاگا اور دیوار کے

پاس آ کر کھڑکی میں سے اندر دیکھا کہ بھوت نے
اُن دونوں کو گردن سے پکڑ کر اوپر اُٹھا رکھا ہے
اور انھیں بار بار گیلے کپڑے کی طرح جھٹکے دے رہا
ہے۔ دونوں شیطانوں کے گلے سے بھیانک چیخیں نکل
رہی تھیں۔ بھوت پر ان کی چیخوں کا کوئی اثر نہیں ہو
رہا تھا۔ وہ بار بار انھیں جھٹک رہا تھا۔ یہاں تک
کہ ان کی آوازیں بند ہو گئیں۔

بھوت نے اُنھیں فرش پر پھینک کر پاؤں سے
کچلنا شروع کر دیا۔ جب دونوں شیطان ڈاکٹر اپنے عبرت
ناک انجام کو پہنچ گئے تو بھوت جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ اس
نے حاتم کی بُو محسوس کر لی تھی اور اب اس کی تلاش
میں تھا۔

حاتم جھونپڑی کے دروازے کے پیچھے چھپا کھڑا سوچ
رہا تھا کہ اس مصیبت سے کس طرح خلقِ خدا کو
نجات دلائی جائے! وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ
اچانک انسانی بھوت غائب ہو گیا۔ حاتم نے دو تین بار
آنکھیں ملیں کہ کہیں وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا!
اُس نے اِرد گرد دیکھا۔ سارا جنگل سُنسان تھا۔ وہ آگے
بڑھا تو ایک دم اُسے بھوت کی غفیلی اور دل دہلا

دینے والی چیخیں سُنائی دیں۔ یہ چیخیں جھونپڑی کی طرف سے آ رہی تھیں۔ حاتم دروازے کی طرف آیا تو اس کی نظر ایک گڑھے پر پڑی جو جھونپڑی کے دروازے کے عین سامنے کھُدا ہوا تھا۔ اُس نے جھانک کر گڑھے میں دیکھا تو خوشی سے اس کا دل رقص کرنے لگا۔

گڑھے میں انسانی بھُوت بے بسی کے عالم میں دیواروں سے ٹکریں مار رہا تھا۔ وہ گڑھے میں قید ہو چکا تھا۔ حاتم نے سوچا کہ یہ بڑا اچھا موقع ہے۔ وہ بھاگ کر جنگل سے باہر گیا اور ایک جگہ ٹیلی فون بُوتھ سے پولیس کو فون کیا کہ پٹرول کے دس ڈبّے لے کر جلدی سے آجاؤ۔

تھوڑی دیر بعد پولیس کی پوری گارڈ وہاں موجود تھی۔ جب انسپکٹر اور سپاہیوں نے گڑھے کے اندر، سر ٹکراتے شور مچاتے، ایک عجیب وغریب بھیانک انسانی بھُوت کو دیکھا تو سکتے میں آگئے۔ حاتم نے کہا کہ یہی وہ بھُوت ہے جس نے شہر میں تباہی مچا رکھی تھی۔ اس نے اُن ڈاکٹروں کو بھی ہلاک کر دیا جنھوں نے اسے بنایا تھا۔ اُن کی لاشیں جھونپڑی کے اندر پڑی ہیں اب بہتر یہی ہے کہ اسے اِسی گڑھے میں ہلاک کر دیا

جائے۔

انسپکٹر نے گولیاں برسانے کا حکم دیا تو حاتم نے کہا "گولیوں اور بموں کا اس بھوت پر کوئی اثر نہ ہو گا۔ میں نے اسی مقصد کے لیے پیٹرول منگوایا تھا۔ گڑھے میں میں پیٹرول ڈال کر آگ لگا دی جائے۔ کیوں کہ صرف آگ ہی اس انسان دشمن بلا کا خاتمہ کر سکتی ہے۔"

انسپکٹر کے حکم پر سپاہیوں نے پیٹرول گڑھے کے اندر انڈیل دیا۔ پھر ایک کپڑے کو آگ لگا کر پٹرول پر پھینک دیا۔ گڑھے سے شعلے بلند ہونے لگے۔ تھوڑی دیر بھوت کی چیخیں سنائی دیں پھر ہر طرف موت کا سناٹا چھا گیا۔ بھوت گڑھے میں جل کر راکھ ہو چکا تھا!

پُر اسرار بلا

حاتم طائی کے اس کارنامے پر سارے انگلستان میں اس کی دھوم مچ گئی۔ اخباروں نے اس کی بڑی تعریف کی تھی۔ لندن کے سب سے بڑے جاسوسی کے ادارے سکاٹ لینڈ یارڈ اور پولیس کی طرف سے حاتم کو پانچ ہزار پونڈ انعام دیا گیا، جو اس نے بچوں کے ہسپتال کو بطور عطیہ دے دیا۔

دوسرے روز حاتم اپنے ہوٹل میں آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ لبنان سے اس کی مُنہ بولی بہن کریمہ کا فون آیا تھا کہ وہ لندن میں ہے اور شام کو اس سے ملنے آئے گی۔ حاتم بڑا خوش ہوا۔ شام کو اس ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ شیشے کے بڑے دروازے میں سے کریمہ داخل ہوئی۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کا پُورے گلے کا سویٹر اور براؤن رنگ کی جینز پہن رکھی تھی۔ حاتم نے اُٹھ کر اپنی مُنہ بولی بہن کا استقبال کیا۔ کریمہ نے حاتم سے ہاتھ ملایا اور انسانی بھُوت کی تباہی سے انسانوں کو نجات دلانے پر اُسے مبارک باد دی۔ حاتم نے مُسکرا کر کہا:

"پیاری بہن، تم تو جانتی ہو کہ میں ایسے کتنے ہی جنّوں بھُوتوں سے جنگ کر چُکا ہوں۔"

کریمہ نے کہا "مگر یہ سائنس کے زمانے کا بھُوت تھا۔"

حاتم نے کہا "میں تمھارے سائنس کے زمانے سے بھی خوب واقف ہو گیا ہوں اب۔"

پھر اُس نے کریمہ سے پُوچھا کہ کیا وہ اپنے اخبار کے سلسلے میں لندن آئی ہے۔

"نہیں۔ میں تم سے ایک بہت ضروری بات کرنے

آئی ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟" حاتم نے پوچھا۔

کریمہ نے کہا "میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ اُوپر کمرے میں چلو۔"

حاتم کریمہ کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اُس نے چائے اور بسکٹ منگوائے۔ کریمہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔ حاتم نے حسن کے بارے میں پُوچھا کہ وہ کیسا ہے تو کریمہ نے بتایا کہ وہ لبنان کے باہر اپنے مکان میں مزے کی زندگی گزار رہا ہے اور اسے دُعائیں دیتا ہے۔ اتنے میں چائے آ گئی۔ حاتم نے ایک پیالی بنا کر کریمہ کو دی اور دوسری خود بنا کر پینے لگا۔

"اب بتاؤ، بہن کریمہ۔ وہ کون سی ضروری بات ہے جس کے لیے تم لبنان سے چل کر لندن آئی ہو؟"

کریمہ نے چائے کا ایک گھونٹ لیا، پھر پیالی میز پر رکھ کر چھوٹے سے نیلے رومال سے اپنے ہونٹ پونچھے اور کہا "میں تمھیں ایک ایسی بات بتانے لگی ہوں جسے عراق کی حکومت نے ابھی تک راز میں رکھا ہوا ہے۔ لیکن میرے بھائی نے اس ہفتے ایک خُفیہ خط

کے ذریعے مجھے اس راز سے آگاہ کر دیا ہے۔"
"وہ راز کیا ہے؟" حاتم نے پوچھا۔
کریمہ نے ایک گہرا سانس لیا اور بولی "بغداد شہر سے دو سو کلو میٹر دور، دریائے دجلہ کے کنارے، ایک پانچ ہزار سال پرانے شہر کے کھنڈر ہیں۔ وہاں کوئی سیاح نہیں جاتا، کیوں کہ ایک تو وہ جگہ بہت دور ہے، دوسرے وہاں تک کوئی سڑک بھی نہیں جاتی۔ چاروں طرف ریت ہی ریت ہے۔ نہ کہیں پانی کا چشمہ ہے اور نہ کوئی درخت۔ ان کھنڈروں کے قریب ہی ایک گاؤں ہے جس کا نام الفریش ہے۔ یہ اُن مزدوروں کا گاؤں ہے جو عراق کے دارالحکومت کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور ہفتے میں ایک دن گاؤں واپس آ کر اپنے بال بچوں میں گزارتے ہیں۔ یہ سلسلہ کئی برسوں سے یوں ہی جاری ہے۔
"اب پچھلے ایک مہینے سے اِس گاؤں پر ایک آفت نازل ہو گئی ہے جس نے گاؤں کے لوگوں کو گھر بار چھوڑ کر دریا کے دوسرے کنارے چلے جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ دریا کے کنارے، تپتی ہوئی ریت پر آگ برساتے آسمان تلے، پھٹے ہوئے خیموں

میں خُدا کی آس پر پڑے ہیں کہ شاید کبھی اُن کے دُکھوں کا علاج ہو سکے۔"

حاتم نے بے تاب ہو کر پُوچھا "آخر اس گاؤں پر ایسی کون سی آفت نازل ہو گئی ہے؟"

کریمہ نے کہا "میرے بھائی نے لکھا ہے کہ یہ آفت ایسی ہے کہ جس پر آج کے سائنس کے زمانے کا کوئی بھی انسان یقین نہیں کرے گا۔ لیکن گاؤں کے جن بدنصیب لوگوں کے بچّے اور عورتیں ہلاک ہوئے ہیں، اُن کو دیکھ کر یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔"

حاتم نے کہا "وہاں کوئی ڈاکو آ گیا ہے؟"

"نہیں۔ ایسا ہوتا تو حکومت فوراً اُسے پکڑ کر پھانسی پر چڑھا دیتی۔ مُعاملہ بڑا پُراسرار ہے، اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ پولیس اور فوج کھوج لگا لگا کر ناکام ہو چکی ہے۔ حکومت نے بدنامی کے خیال سے اس بات کو گاؤں سے باہر نہیں پھیلنے دیا۔"

حاتم نے میز پر بے چینی سے ہاتھ مار کر کہا "خُدا کے لیے یہ تو بتاؤ کہ وہاں ہوا کیا ہے؟"

کریمہ نے کہا "ہوا نہیں ہو رہا ہے۔"

"آخر کیا ہو رہا ہے ؟ کچھ بتاؤ تو ؟"
کریمہ نے چائے کا ایک اور گھونٹ بھرا اور
رومال سے ہونٹ صاف کر کے کہنے لگی "ان ہزاروں
سال پرانے کھنڈروں میں ایک غار ہے ۔ ایک مہینا ہوا،
اس غار میں سے ، آدھی رات کو ، ایک بڑی ڈراونی
آواز آنے لگی ۔ یہ آواز جنھوں نے سُنی ہے وہ کہتے ہیں
کہ کسی چڑیل کی آواز لگتی ہے ۔"
"اب ایسا ہوتا کہ جوں ہی آدھی رات ہوتی ، غار میں
سے یہ خوف ناک آواز بلند ہوتی اور سوئے ہوئے بچوں
عورتوں یا بوڑھوں میں سے کوئی چپکے سے اپنے بستر
سے اٹھتا اور اندھیرے میں غار کی طرف چلنا شروع
کر دیتا ۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ آواز اُسے اپنی طرف
کھینچ رہی ہے ۔ پھر اگلی صبح اُس عورت ، بچّے یا
بوڑھے کی لاش غار کے باہر اس حالت میں ملتی
کہ اس کی گردن کٹی ہوتی اور سر غائب ہوتا ۔"
حاتم نے پوچھا "لیکن لوگ اس غار کی طرف جاتے
ہوئے انسان کو پکڑ کیوں نہیں لیتے تھے ؟"
کریمہ نے کہا "میرے بھائی نے لکھا ہے کہ یہ
سب کچھ نیند کے عالم میں ہوتا ہے ۔ اگر کسی کی آنکھ

کھُل جاتی ہے اور وہ اپنے بچّے یا عورت کو پکڑ لیتا ہے تو آواز بند ہو جاتی ہے، لیکن دوسری رات پھر وہی آواز شکار کو اپنی طرف بُلاتی ہے۔"

"پولیس یا فوج نے غار میں جا کر نہیں دیکھا؟ ممکن ہے وہاں جرائم پیشہ لوگوں کا گروہ چھُپا ہوا ہو۔"

"فوج اور پولیس نے سارا غار کھوج مارا ہے۔ وہاں کچھ نہیں ملا۔ فوج اور پولیس کے سپاہی رات رات بھر جاگ کر آواز سُننے کی کوشش کرتے ہیں، مگر وہ پُراسرار آواز غار سے بلند نہیں ہوتی۔ وہ تنگ آ کر واپس چلے جاتے ہیں تو آدھی رات کو وہی ڈراؤنی اچانک بلند ہوتی ہے اور نیند میں ڈوبے ہوئے انسانوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

"اس وقت تک غار کے باہر سُولہ انسانوں کی سر کٹی لاشیں مل چکی ہیں۔ لوگ خوف زدہ ہو کر گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ لیکن اب تازہ خبر یہ ہے کہ اس آواز نے دریا پار بھی حملے شروع کر دیے ہیں اور بیس میل دُور جنوب کے ایک گاؤں سے بھی اپنے شکار کھینچنے لگی ہے۔

"یہ ہے صُورتِ حال، میرے بھائی۔ میں چاہتی ہوں

ہوں کہ تم وہاں جاؤ اور جس طرح بھی ہو سکے، غار کی اس آواز کا کھوج لگا کر غریب لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔ اگر تم نے غار کی خوف ناک آواز کا سراغ لگا لیا تو تمھارا یہ احسان عراق کے لوگ زندگی بھر نہ بھولیں گے۔"

حاتم نے بڑی توجّہ سے کریمہ کی باتیں سُنیں۔ پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے کمرے میں اِدھر اُدھر ایک دو چکّر لگائے۔ پھر صوفے پر آ کر بیٹھ گیا اور بولا:

"میرا نام حاتم ہے۔ میرا کام لوگوں کی مدد کرنا اور اُن کے دُکھ درد دُور کرنا ہے۔ میں القریش گاؤں کے لوگوں کی ضرور مدد کروں گا اور اُن کے بچّوں کی موت کا اُس خوف ناک بلا سے ضرور بدلہ لُوں گا۔ وہ جو کوئی بھی ہے، میں اسے غار سے کھینچ کر باہر لے آؤں گا اور سب کے سامنے اُس کا سر قلم کروں گا۔"

کریمہ بڑی خوش ہوئی۔ اُس نے مُسکرا کر کہا "پھر تُمھارا اِرادہ کب بغداد جانے کا ہے؟"

حاتم نے کہا "میں ابھی جانے کو تیّار ہوں۔"

کریمہ نے اپنے پرس سے ہوائی جہاز کا ایک ٹکٹ

نکال کر حاتم کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا:
"یہ لو، لندن سے بغداد تک کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ۔ مجھے معلوم تھا کہ تم ان مصیبت زدہ انسانوں کی مدد کرنے ضرور جاؤ گے، اسی لیے میں نے صبح کی پہلی فلائٹ میں تمہاری سیٹ بک کرا دی تھی۔"

حاتم نے ٹکٹ اُٹھا کر کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ میں انشاء اللہ صبح کی فلائٹ سے بغداد روانہ ہو جاؤں گا۔"

کریمہ نے اسے سو پاؤنڈ کا چیک دے کر کہا "اسے تم بغداد کے ہوائی اڈے پر کیش کرا لینا۔"

حاتم طائی نے چیک لینے سے انکار کر دیا اور کہا "اس کی ضرورت نہیں، کریمہ بہن۔ میرے پاس کافی پیسے ہیں۔ اور پھر میں ہمیشہ خُدا کے سہارے مُہم پر نکلا کرتا ہوں۔ میں مصیبت زدہ لوگوں کی بے غرض مدد کرتا ہوں، اس لیے خُدا میری مدد کرتا ہے۔"

کریمہ نے کہا "میں آج رات کی فلائٹ سے واپس بیروت جا رہی ہوں۔ کیا تم مجھے خط لکھو گے؟ ویسے میرا بھائی تمہاری کامیابی کے بارے میں مجھے خط لکھ کر بتا دے گا۔"

حاتم نے کہا "میں بھی تمھیں خط لکھوں گا"
اسی رات کریمہ واپس بیروت روانہ ہو گئی۔
صبح چار بجے کی فلائٹ سے حاتم طائی بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاز میں وہ یہی سوچتا رہا کہ اپنی نئی مہم کا آغاز کیسے کرے! اُسے نہ تو وہ غیبی انسان ہی ملا تھا اور نہ قُلابہ سے اُس کی مُلاقات ہوئی تھی۔ اُسے صرف خُدا کے بھروسے اور اپنی طاقت کے زور پر ہی بغداد کی خوف ناک بلا کا مُقابلہ کرنا تھا۔ جب ہوائی جہاز بغداد کے ہوائی اڈّے پر اُترا تو دن کافی چڑھ چُکا تھا۔
عراق کا یہ عظیم الشان شہر اور دارُالحکومت بہت خُوب صُورت اور حسین تھا۔ کشادہ اور پُختہ سڑکیں، اُونچی اُونچی عمارتیں، کارخانے، ہوٹل، باغ، پارک، پُر شکوہ مسجدیں اور نمازیوں سے بھرے ہوئے اُن کے صحن، یہ سب کچھ دیکھ کر حاتم کو بڑی خوشی ہوئی۔
ہوائی اڈّے سے وہ سیدھا ہوٹل گیا اور ایک کمرا بُک کرا لیا۔ اس کے بعد غسل کیا اور پھر ناشتا کیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر عربی اخبارات کا مُطالعہ کرنے لگا۔ یہاں زبان کی اُسے کوئی دِقّت نہ تھی۔ عربی اُس کی

اپنی زبان تھی اور بغداد کا بچّہ بچّہ عربی زبان بولتا تھا۔

حاتم نے سارے اخبار کھنگال ڈالے۔ان میں القریش کی پُر اسرار آواز کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ کریمہ نے دُرست کہا تھا۔ بغداد کی حکومت اس خبر کو اپنے تک ہی رکھنا چاہتی تھی۔ حاتم نے نوکر سے کہہ کر بغداد کا نقشہ منگوایا اور اس کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔

نقشے میں بغداد کا ایک ایک بازار، گلی اور چوک دکھایا گیا تھا۔ القریش نام کا ایک گاؤں شہر سے کافی دُور، صحرا کے ریتیلے ٹیلوں پر، ایک ہلکا سا نشان نظر آ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک گول نشان لگا تھا، جس کے نیچے لکھا تھا، پُرانے شہر کے کھنڈر۔ یہی وہ جگہ تھی، جہاں غار میں سے رات کو انسانوں کو کھینچنے والی ڈراؤنی آواز آتی تھی۔ حاتم آج ہی رات اس آواز کا کھوج لگانا چاہتا تھا۔

سہ پہر کو وہ القریش گاؤں کی طرف چل پڑا۔بڑی مشکل سے ایک ٹیکسی والا اسے لے جانے پر راضی ہوا تھا۔ ڈرائیور گاؤں کا نام سُنتے ہی خوف زدہ ہو

گیا تھا۔ اُس نے حاتم کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور بولا :

"وہ گاؤں تو اُجڑ چکا ہے۔ وہاں اب کوئی انسان نہیں رہتا۔ آپ وہاں کیا لینے جا رہے ہیں؟"

حاتم طائی نے ایک پونڈ کا نوٹ نکال کر اُسے دیا اور کہا "یہ تمہارا انعام ہے۔ کرایہ اس کے علاوہ۔ مجھے القریش گاؤں پہنچا دو۔"

ڈرائیور نے نوٹ لے کر جیب میں ڈالا اور ٹیکسی گاؤں کی طرف موڑ دی۔ پچاس میل کا سفر تھا اور سارا راستہ کچا تھا۔ کوئی تین گھنٹے بعد، کچے راستے سے ذرا ہٹ کر، ریت کے ٹیلوں کے درمیان ایک گاؤں نظر آیا جس کے درودیوار پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ مکان ویران تھے۔ ہر طرف موت کی سی خاموشی تھی۔ کہیں کوئی بچہ کھیلتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے گاؤں کے سبھی لوگ مر گئے ہیں اور اب وہاں اُن کی رُوحیں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔ ڈرائیور نے گھبرا کر کہا "مجھے کرایہ دے دیں۔ میں یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔"

اس کا چہرہ پسینے میں تر تھا اور اُس پر خوف سے کپکپی طاری تھی۔ حاتم نے اُسے فارغ کر دیا اور وہ بڑی تیزی سے ٹیکسی لے کر بھاگ گیا۔

اب حاتم وہاں اکیلا تھا۔ اس نے گاؤں کا جائزہ لیا۔ سارا گاؤں ویران اور سنسان تھا۔ گھر خالی پڑے تھے۔ صحنوں میں خاک اُڑ رہی تھی۔ اُس نے ایک مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر شمال مشرق کی جانب دیکھا۔ دُور، ریت کے ٹیلے کے پہلو میں، ہزار سال پُرانے شہر کے وہ کھنڈر دکھائی دیے جس کے اندر موت کی آواز والا پُراسرار غار تھا۔

وہ دن کی روشنی میں اس غار کے اندر نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ وقت گزارنے کے لیے دریائے دجلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دریا پار القریش گاؤں والوں کی نئی آبادی تھی۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں بلا نازل ہونے کے بعد گاؤں کے لوگ جا کر آباد ہو گئے تھے۔ یہ جگہ وہاں سے کافی دُور تھی۔

اچانک اُسے خیال آیا کہ اُن لوگوں سے ملنے سے کیا فائدہ ہو گا۔ کیوں نہ وہ پُرانے شہر کے کھنڈروں

میں جا کر اُس غار کا مُعاینہ کرے جہاں سے آدھی رات کو بلا آواز دیتی ہے۔

یہ سوچ کر اُس نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا۔ اب وہ کھنڈروں کی طرف جا رہا تھا۔ پُرانے شہر کے کھنڈر وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھے۔ دن ڈھل رہا تھا۔ سُورج مغرب میں جُھکتا جا رہا تھا۔ دھوپ کا رنگ پھیکا پڑ چُکا تھا اور گرمی کی شِدّت ختم ہو گئی تھی۔ اس علاقے میں کہیں خشک جھاڑی تک نہ تھی۔ بڑا ہی بنجر اور ویران صحرا تھا۔

وہ ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ کر دوسری طرف اُترا تو نیچے پیالے کی شکل کا ایک پُرانا شہر نظر آیا۔ شہر کیا تھا، بس ایک گول دائرے میں ٹوٹی پھُوٹی دیواروں، گرے پڑے ستونوں، بوسیدہ چھتوں، ٹُوٹے پھُوٹے گول اور چوکور پتّھروں کا ملبہ پھیلا ہوا تھا۔

حاتم نیچے اُتر کر اس اُجڑے شہر کے کھنڈروں میں چلا گیا۔ اُس نے بڑے ڈراؤنے صحرا، آسیب زدہ شہر اور ویران قلعے دیکھے تھے، مگر اس کھنڈر میں

ایک عجیب سی دہشت تھی۔ ساری فضا سوگوار تھی۔ ہوا گرے پڑے ستونوں اور ٹوٹی ہوئی دیواروں سے ٹکرا کر گزرتی تو ایسی آوازیں آتیں جیسے کوئی ماتم کر رہا ہو، رو رہا ہو۔ اس کے بعد پھر گہری خاموشی اور قبر ایسا سناٹا چھا جاتا۔

ہر طرف موت ایسا سماں تھا۔ کوئی چیونٹی تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ شہر کبھی آباد ہی نہ تھا۔ برسوں سے ایسے ہی ویران پڑا ہے۔

حاتم بکھرے ہوئے پتھروں اور ستونوں کے درمیان گھوم پھر رہا تھا کہ ایک جگہ، ایک اونچے ٹیلے کے درمیان، ایک غار کا منہ دکھائی دیا۔ یہی وہ پُر اسرار غار تھا۔

حاتم کچھ دیر اُس غار کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ اچانک اُسے یوں لگا جیسے کوئی اس کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا چلا آ رہا ہے۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ پیچھے کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ چُپ چاپ کھڑا رہا۔ وہ ایک بار پھر اپنے پیچھے آنے والے قدموں کی آواز سُننا چاہتا تھا۔ مگر آواز نہ آئی۔ اس کی جگہ

اُسے ایسی آہٹ سنائی دی جیسے کسی نے ٹوٹے ہوئے دروازے کو ہلایا ہو۔ ایک چرچراہٹ کی آواز!

یہ آواز بائیں جانب کھنڈروں میں سے آئی تھی جہاں کوٹھڑیوں کی چھتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حاتم کان لگا کر اس آواز کو غور سے سننے لگا۔ چرچراہٹ کی آواز رُک گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کسی شے کے زمین پر گرنے کی آواز آئی۔ حاتم تیزی سے اس کوٹھڑی کی طرف بڑھا جہاں سے آواز آئی تھی۔

اس کوٹھڑی کی چھت غائب تھی۔ صرف چار دیواری کھڑی تھی۔ دروازے کا ایک پٹ غائب تھا۔ دوسرا آدھے سے زیادہ ریت میں دھنسا ہوا تھا۔ حاتم نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ وہاں سوائے ریت اور پتھروں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔

وہ کوٹھڑی سے باہر نکل رہا تھا کہ اُسے یُوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے پیچھے سے دوڑ کر نکل گیا ہے۔ اس نے دوڑنے والے کے قدموں کی تیز آواز صاف سُنی تھی۔ مگر وہ دکھائی نہ دیا تھا۔ حاتم نے جُھک کر نیچے دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ ریت پر دوڑنے

والے کے قدموں کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ یہ نشان بالکل تازہ تھے۔

حاتم ان قدموں کے نشانوں پر آگے بڑھا۔ مگر ایک جگہ دیوار کے پاس جا کر نشان ختم ہو گئے۔ اُس نے دیوار کی دوسری جانب دیکھا۔ وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ وہ چکرا گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے!

یا تو یہ ویران بستی آسیب زدہ ہے اور یہاں جنّوں بھوتوں کا بسیرا ہے، یا پھر کوئی زبردست راز اس کے پیچھے چھُپا ہوا ہے۔ حاتم اسی راز کو حل کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔

وہ دیوار سے پیچھے ہٹ کر واپس مُڑا ہی تھا کہ اُسے گھنگرو بجنے کی آواز سُنائی دی، چھن چھن چھن چھن۔ ایسے لگتا تھا کہ کوئی قریب ہی بیٹھا ہاتھ سے گھنگرو بجا رہا ہے، یا کوئی عورت کسی کھنڈر کے اندر رقص کر رہی ہے۔

حاتم طائی گھنگروؤں کی آواز پر ایک بارہ دری کی طرف بڑھا، جس کے آدھے ستون زمین پر گرے پڑے تھے۔ بارہ دری کی ٹیڑھی چھت صرف دو ستونوں پر کھڑی تھی۔

حاتم بارہ دری کے اندر چلا گیا۔ یہاں فرش پر گرد کی تہہ جمی ہوئی تھی اور اس پر انسانی پاؤں کے ویسے ہی نشان تھے جو اُس نے اس سے پہلے باہر دیکھے تھے۔ نشان آگے جا کر بارہ دری کی سیڑھیوں کے پاس غائب ہو گئے تھے۔

حاتم خاموشی سے بارہ دری سے واپس آ گیا اور ایک بار پھر پُر اسرار غار کی طرف چلا۔

غار کا ٹیلا ابھی سو قدم کے فاصلے پر تھا کہ حاتم کو یوں لگا جیسے کوئی ٹھنڈا اور گہرا سانس لے کر اس کے قریب سے گزر گیا ہے۔ وہ وہیں رُک گیا اور آہستہ سے کہا:

"تم جو کوئی بھی ہو، میرے سامنے آؤ!"

اس کے جواب میں سوائے ہوا کی سرسراہٹ کے کچھ سُنائی نہ دیا۔ حاتم نے ایک بار پھر کہا:

"میں جانتا ہوں تم یہاں موجود ہو۔ میں تم سے نہیں ڈروں گا۔ میں ڈر کے بھاگ جانے کے لیے یہاں نہیں آیا۔ اس لیے میرے سامنے آجاؤ۔"

اب بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہر طرف

خاموشی تھی۔ اب سورج غروب ہو رہا تھا اور شام کے سائے صحرا کے ٹیلے سے اُتر کر ویران شہر کے کھنڈروں کو اور زیادہ ڈراؤنا بنانے لگے تھے۔ حاتم نے سوچا کہ اب اُسے گاؤں والوں کی بستی میں جاکر آدھی رات کا انتظار کرنا چاہیے۔

وہ واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اچانک ایک دردناک چیخ کی آواز سُنائی دی۔ یہ آواز اسی بارہ دری سے آئی تھی جہاں سے حاتم نے ابھی، چند لمحے پہلے، انسانی پاؤں کے نشان دیکھے تھے۔ وہ بھاگ کر بارہ دری میں آ گیا۔ لیکن یہاں کچھ بھی نہ تھا۔

وہ غور کرنے لگا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہو گی، اس کے ایک جانب ایک کوٹھڑی سی تھی جس کی ایک دیوار گری ہوئی تھی۔ وہ اس کوٹھڑی کے کھلے دروازے پر آ کر رُک گیا۔

اندر سے کسی کے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز آ رہی تھی۔

حاتم لپک کر کوٹھڑی میں داخل ہوا تو
اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔
کوٹھڑی کے فرش پر ایک انسانی سر پڑا
ہوا تھا!

● ـــــ یہ انسانی سر کس کا تھا ؟
● ـــــ پُر اسرار غار کی آواز کا راز کیا تھا ؟
● ـــــ حاتم طائی پر بغداد میں کیا گزری ؟
● ـــــ بغداد میں وہ کس مصیبت میں پھنس گیا ؟
ان سوالوں کا جواب آپ کو اِسی سلسلے کی اگلی قسط "حاتم طائی افریقہ میں" میں ملے گا۔

حاتم طائی زندہ ہو گیا!



دُکھیوں کا ہمدرد

بے کسوں کا سہارا

اپنے وقت کا سب سے زیادہ سخی اور بہادُر انسان

جو 1500 سال پہلے عرب میں فوت ہو گیا تھا

دوبارہ زندہ ہو گیا ہے!

آپ اِس کے حیرت انگیز اور جرأت و بہادُری سے بھرپُور کارنامے پڑھتے وقت ——— ہر ہر سطر پر، اُچھل اُچھل پڑیں گے ———

وہ، اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر، ایک پاکستانی لڑکے کو بھارت کی قید سے چُھڑاتا ہے، فلسطینی مُجاہدوں کے ساتھ مل کر اسرائیل کے فوجی اڈّے اُڑاتا ہے، لندن کے لوگوں کو ایک خُوں خوار انسانی بھوت سے نجات دلاتا ہے۔

آپ کے جانے پہچانے ادیب **اے حمید** کے اس دِل چسپ اور حیرت انگیز ناول کے پانچ حصّے چھپ چکے ہیں ———

حاتم طائی لاہور میں ★ حاتم طائی دِلّی میں ★ حاتم طائی پیرس میں

★ حاتم طائی لبنان میں ★ حاتم طائی لندن میں



فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

ISBN: 969 0 00265 1



Rs. 150.00